در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

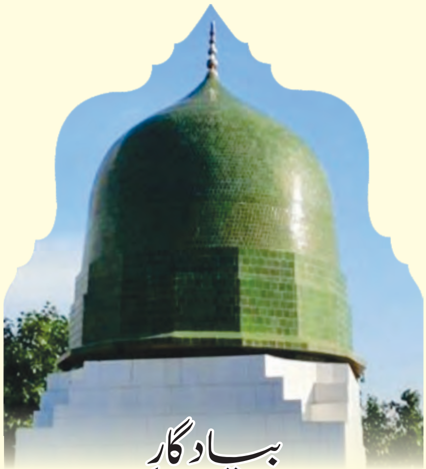

بیادگارِ

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی

رحمۃ اللہ علیہ

مجلہ

الحسن

پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

بانی مدیر اعلیٰ حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۵۶۵

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

سرپرست اعلیٰ
(فقیر) سید
محمد نور الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱۹-۲۰ جلد نمبر ۲

یکم تا ۱۳ اپریل ۲۰۲۵ء شوال المکرم ۱۴۴۶ھ

مدیر اعلیٰ سید غلام الحسنین قادری گیلانی نے عکاس پرنٹرز محلّہ جنگی پشاور سے طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا۔

بلغ العلیٰ بکمالہٖ
وہ پہنچے بلندیوں پر اپنے کمال کے ساتھ

کشف الدجیٰ بجمالہٖ
آپ کے کمال سے تمام اندھیرے دور ہو گئے

حسنت جمیع خصالہٖ
آپ کی تمام عادتیں ہی اچھی ہیں

صلوا علیہ وآلہٖ
آپ پر اور آپکی آل پر درود و سلام ہو

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	غلامِ دستگیر	۳
۲	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	مظفر وارثی	۵
۳	انوارِ غوثیہ شرح الشمائل النبویۃ	سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۶
۴	خصائص امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	محمد قمر صدیقی قادری	۱۴
۵	ام المومنین سیدہ سودا رضی اللہ عنہا	خدیجہ طاہر	۱۹
۶	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	پروفیسر حفیظ تائب	۲۴
۷	دراسات الحسنیہ	سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۵
۸	احکامِ الٰہی	صاحبزادہ محمد فاروق مرتضوی	۳۱
۹	پیر سید مہر علی شاہ معاصرین کی نظر میں	محمد نعمان چشتی	۳۷
۱۰	مولانا شاہ احمد نورانی کی خدمات	حاجی تنویر احمد صدیقی قادری مرحوم	۴۲
۱۱	فکر اقبال کا ایک نادر مخفی آخذ	سید محمد انور شاہ قادری بخاری	۴۶
۱۲	غزل	شیخ احمد جام نامقی	۵۰
۱۳	مولوی جی ایک ہم درس کی نظر میں	انٹرویو: صوفی مشتاق احمد صدیقی	۵۱
۱۴	صلوٰۃ تراویح (آٹھ یا بیس رکعت)	سید محمد مسعود الزمان قادری گیلانی	۵۷
۱۵	تبصرہ کتب	سید محمد انور شاہ قادری بخاری	۶۲

شذرہ

بلوچستان اور پختونخوا میں سکیورٹی بحران

غلامِ دستگیر

رواں سال کی پہلی سہ ماہی کے دوران پاکستان کے جنوبی اور شمال مغربی صوبوں کو ایک بار پھر سکیورٹی بحران کا خطرہ درپیش رہا۔دہشت گردی کی وارداتوں میں اضافہ،علیحدگی پسند تحریکوں کی شدت، اورسرحدی علاقوں میں بے امنی ریاستی پالیسیوں کے مؤثر نفاذ اور سکیورٹی ڈھانچے پر سنجیدہ سوالات اٹھاتی ہے۔

اسلام آباد میں قائم ایک آزاد تحقیقی ادارے پاک انسٹی ٹیوٹ فار کانفلِکٹ اینڈ سکیورٹی سٹڈیز کے مطابق جنوری ۲۰۲۵ء میں ملک بھر میں ۷۴ دہشت گرد حملے ہوئے جن میں سے ۶۰ فیصد سے زائد حملے بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں ہوئے۔ان واقعات میں ۹۱ افراد جاں بحق اور ۱۱۷ زخمی ہوئے جو اس عرصے میں دہشت گردی کے پھیلاؤ اور شدت کی واضح تصویر پیش کرتے ہیں۔

بلوچستان میں جنوری تا مارچ ۲۰۲۵ء کے درمیان سکیورٹی صورتحال تیزی سے بگڑی۔پاک انسٹی ٹیوٹ فار کانفلِکٹ اینڈ سکیورٹی سٹڈیز کی رپورٹ کے مطابق اس عرصے میں صوبے میں ۳۰ سے زائد دہشت گرد حملے ہوئے جن میں ۳۵ سکیورٹی اہلکار جبکہ ۲۰ عام شہری جاں بحق ہوئے۔

مارچ ۲۰۲۵ء میں جعفر ایکسپریس پر حملہ اور نوشکی میں خودکش دھماکہ اس مدت کے سب سے مہلک واقعات میں شامل تھے جن میں ۱۳۱ افراد جاں بحق ہوئے۔اس سے پہلے قلات میں جنوری ۲۰۲۵ء کے دوران سکیورٹی فورسز پر ہونے والے ایک حملے میں ۱۸ اہلکار جاں بحق ہوئے۔

دوسری طرف خیبر پختونخوا خصوصاً اس کے ضم شدہ قبائلی اضلاع پر تشدد سرگرمیوں کا مرکز بنے رہے۔ انسداد دہشت گردی کے ادارے کاؤنٹر ٹیررازم ڈیپارٹمنٹ (سی ٹی ڈی) کے مطابق جنوری تا مارچ

صوبے میں ۱۵۰ سے زائد حملے ہوئے جن میں ۴۰ پولیس اہلکار شہید اور ۶۰ زخمی ہوئے۔ دہشت گردی کی اس تازہ لہر میں پولیس سٹیشنز اور چیک پوسٹوں کو بیک وقت نشانہ بنایا گیا۔ شمالی وزیرستان، ڈیرہ اسماعیل خان اور ٹانک ان حملوں سے بری طرح متاثر ہوئے۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ ریاست صرف آپریشنز، ہنگامی دوروں اور وعدوں سے ان خطرات پر قابو نہیں پاسکتی۔ بلوچستان اور خیبر پختونخوا کی سکیورٹی ایک قومی مسئلہ ہے جسے عام لوگوں کی شمولیت، معاشی انصاف اور شفاف طرزِ حکمرانی کے بغیر حل نہیں کیا جاسکتا۔

اب وقت آ گیا ہے کہ پارلیمنٹ، پالیسی ساز ادارے اور سکیورٹی قیادت ایک مشترکہ حکمت عملی مرتب کریں جس میں طاقت کے ساتھ ساتھ سیاسی مذاکرات، وسائل کی منصفانہ تقسیم، نوجوانوں کو روزگار و تعلیم کی فراہمی اور مقامی لوگوں کو فیصلہ سازی میں شامل کرنا مرکزی اہداف ہوں۔

وگرنہ یہ خطرے کی گھنٹی محض انتباہ نہیں رہے گی بلکہ خدانخواستہ آنے والے دنوں میں ایک قومی سانحے کی صورت بھی اختیار کرسکتی ہے۔

قطعہ

سید یاسر بخاری

تمام عمر تعاقب میں اک سراب کے ہم
ترے خیال کو بے سود ساتھ لے کے چلے

کھلا یہ راز کہ پائیں گے خواب میں تعبیر
وہ خواب، جو کہ حقائق کی تلخیوں میں پلے

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مظفر وارثی

جا زندگی مدینے سے جھونکے ہوا کے لا
شاید حضور ہم سے خفا ہیں، منا کے لا

ٹکڑوں میں بٹ گئی ہے امت رسول کی
ابوبکر سے کچھ آئینے صدق و صفا کے لا

دنیا بہت ہی تنگ مسلماں پہ ہو گئی
فاروق کے زمانے کے نقشے اٹھا کے لا

گمراہ کر دیا ہے نظر کے فریب نے
عثماں سے زاویے ذرا شرم و حیا کے لا

یورپ میں مارا مارا نہ پھرے گدائے علم
دروازہ علی سے یہ خیرات جا کے لا

باطل سے دب رہی ہے امت رسول کی
منظر ذرا حسین سے کچھ کربلا کے لا

گذشتہ سے پیوستہ

انوارِ غوثیہ شرح الشمائل النبویہ

قطب الاقطاب شیخ القرآن والحدیث

حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حدیث نمبر ۱۳۱/ ۱۷۴: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَأْتِيْنِيْ فَيَقُوْلُ اَعِنْدَكِ غَدَاءٌ فَاَقُوْلُ لَا قَالَتْ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ صَائِمٌ قَالَتْ فَاَتَانَا يَوْمًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّهُ اُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ قَالَ وَمَا هِيَ قُلْتُ حَيْسٌ قَالَ اَمَا اِنِّيْ اَصْبَحْتُ صَائِمًا قَالَتْ ثُمَّ اَكَلَ

ترجمہ: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے تو فرماتے کہ کیا تمہارے پاس صبح کے کھانے کے لیے کچھ ہے، میں کہتی کہ نہیں۔ وہ فرماتی ہیں تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ میں نے روزہ کا ارادہ کرلیا ہے۔ ام المومنین فرماتی ہیں کہ ایک روز آپ تشریف لائے تو میں نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لیے تحفہ آیا ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ کیا ہے؟ میں نے کہا حیس ہے، فرمایا کہ میں نے روزے کا ارادہ کر رکھا ہے پھر اس میں سے کچھ کھالیا۔

حل لغات: غَدَآءٌ: صبح کا کھانا۔ هو الطعام الذی یؤکل اوّل النهار، اس کے مقابلہ میں عشاء ہے خُفتن کا کھانا۔ حَيْسٌ: وہ کھانا جو کھجور گھی اور پنیر وغیرہ سے بنایا جائے۔ الطعام یتخذ من اقط و تمر و سمن۔

تشریح: یعنی نفلی روزہ کی نیت زوال سے پہلے بھی ہوسکتی ہے۔ حنفیوں کا یہی مذہب ہے، اگر کوئی نفلی روزہ رکھے تو اس کے توڑ دینے کا اختیار امام شافعی کے نزدیک اسے حاصل ہے مگر احناف کے نزدیک روزہ ،نماز کوئی عمل توڑنا جائز نہیں۔ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے نفلی روزہ توڑنا ہے تو پھر کسی دوسرے وقت قضا کرنا واجب ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۵/۳۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى الْأَسْلَمِيِّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ الْأَعْوَرِ عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَخَذَ كِسْرَةً مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ اِدَامُ هٰذِهٖ فَاَكَلَ

ترجمہ: یوسف بن عبداللہ بن سلام سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جَو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا ہوا تھا اور اس پر ایک کھجور رکھی، پھر ارشاد فرمایا یہ کھجور اس جَو کی روٹی کے ٹکڑے کا سالن ہے پھر نوش فرمالیا۔

حل لغات: كِسْرَة: ٹکڑا۔

تشریح: شیخ بن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جَو کی روٹی اور کھجور کو اکٹھا کر کے کھانے سے شاید اعتدال کرنا مراد ہو کیونکہ جَو کی تاثیر سرد و خشک ہے اور کھجور کی تاثیر گرم و تر ہے اور یہ بھی منشا ہوسکتا ہے کہ یہ قیمتی وقت قسما قسم لذیذ کھانوں میں نہ گنواؤ، تبلیغ دین اسلام، جہاد فی سبیل اللہ، اعلاء کلمۃ اللہ، ذکر الٰہی اور عبادت میں منہمک رہو۔ زہد، ریاضت اور مجاہدہ کی زندگی اختیار کرو، اس فانی دنیا پر فریفتہ نہ ہوجاؤ بلکہ جَو کی روٹی اور کھجور پر گزارہ کر کے آخرت کو سامنے رکھ کر نیک عمل کی زندگی اختیار کرو، حقیقی زندگی تو وہ آنے والی زندگی ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۶/۳۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ الْعَوَّامِ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهُ الثُّفْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي مَا بَقِيَ مِنَ الطَّعَامِ

ترجمہ: انس بن مالک سے روایت ہے یہ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہ دیگی کو پسند فرماتے تھے، عبداللہ بن عبدالرحمٰن (راوی) فرماتے ہیں کہ تہ دیگ سے مراد بچا ہوا کھانا ہے۔

حل لغات: الثُّفْل: تلچھٹ، تہ دیگی، فائق میں ہے ثفل اصل میں تلچھٹ کو کہتے ہیں، یہ تلچھٹ تیل کا ہو یا شیرے کا یا شوربے کا، یا شربت کا، یا شراب کا یا کسی پتلی چیز کا۔ طیبی نے کہا کہ ثفل سے حدیث میں تہ دیگی مراد ہے۔

تشریح: حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ الباری ''جمع الوسائل''، جلد اوّل، صفحہ ۲۲۸۔۲۲۹ میں تحریر فرماتے ہیں:

وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى التَّوَاضُعِ وَالصَّبْرِ وَالْقَنَاعَةِ بِالْقَلِيلِ

یعنی اس میں اشارہ ہے کہ حضور سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی سی چیز پر انتہائی تواضع، صبر اور قناعت فرماتے۔

نیز فرماتے ہیں کہ یہ ایما ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف کہ:

سَاقِي الْقَوْمِ آخِرُهُمْ شُرْبًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ)

لوگوں کو کھلانے پلانے والا خود سب سے آخر میں کھاتا پیتا ہے۔

یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال تواضع ہے کہ اہل وعیال کو مہمانوں اور موجود حضرات کو سب سے پہلے اوپر اوپر سے کھلاتے اور خود بچا ہوا طعام نوش فرماتے۔ اکثر مشائخ کرام اور بزرگانِ عظام کو دیکھا گیا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنّت کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ خوش نصیب ہے وہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے احوال، اقوال اور اعمال سے کما حقہ فائدہ اٹھایا۔

اللھم ارزقنا اتباعہ امین بجاہ نبی رؤف رحیم

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ اِدَامِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پورا ہو گیا۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ وُضُوْءِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عِنْدَ الطَّعَامِ

اس باب میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانا تناول فرمانے کے وقت وضو کرنے کا بیان ہے۔

(اس باب میں تین احادیث ہیں)

حل لغات: **وُضُوْءِ**: پاکیزہ اور خوبصورت ہونا، وضو منہ ہاتھ اور پاؤں دھونا، سر پر مسح کرنا یا صرف ہاتھ دھونا اور کلی کرنا۔

تشریح: اس باب میں کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے کا بیان ہے۔ عنوان باب میں وضو کا لفظ استعمال ہوا ہے، وضو کے ایک تو اصطلاحی معنی ہیں یعنی نماز کے لیے پورا وضو کرنا جس میں فرائض واجبات اور سنن شامل ہیں۔ دوسرا لغوی معنی ہے جس کے معنی صرف ہاتھ دھونا اور کلی کرنا ہے اس باب میں یہی دوسرے معنی مراد ہیں۔

حدیث نمبر ۱/ ۱۷۷: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ الطَّعَامُ فَقَالُوا أَلَا نَأْتِيكَ بِوَضُوْءٍ قَالَ إِنَّمَا أُمِرْتُ

بِالْوُضُوْءِ اِذَا قُمْتُ اِلَی الصَّلٰوۃِ

ترجمہ: ابن عباس سے روایت ہے یہ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحت خانہ سے باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں کھانا پیش کیا گیا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ کیا وضو کے لیے پانی نہ لائیں؟ ارشاد فرمایا سوائے اس کے نہیں کہ مجھے وضو کرنے کا اسی وقت حکم ہے جب کہ میں نماز پڑھنے کا ارادہ کروں۔

حل لغات: الخَلَاء: دراصل خالی جگہ کو الخلاء کہا جاتا ہے اور اس جگہ سے بیت الخلاء صحت خانہ مراد ہے۔

تشریح: ابن عباس کا ارشاد ہے کہ "حاضرین نے عرض کیا کیا وضو کے لیے پانی نہ لائیں" جناب مولانا مولوی محمد عاقل صاحب لاہوری تحریر فرماتے ہیں:

"چوں عادت آنسرور بود کہ در اکثر اوقات طعام را بے وضو نخوردے، بنا براں ایں سخن از ایشاں بوجود آمد"

یعنی چونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عادت مبارک تھی کہ اکثر اوقات بغیر وضو کے کھانا نوش نہ فرماتے، اسی لیے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ بات عرض کی۔

حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب میں ارشاد فرمایا "سوائے اس کے نہیں کہ مجھے وضو کرنے کا اسی وقت حکم ہے جبکہ میں نماز پڑھنے کا ارادہ کروں" یعنی وضو تو نماز کے لیے واجب ہے نہ کہ کھانے کے لیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وضاحت فرمادی تاکہ ایسا نہ ہو کہ مسلمان کھانا کھانے سے پہلے وضو کو واجب سمجھ کر اپنے لیے لازمی قرار نہ دے دیں۔ فقہا فرماتے ہیں کہ وضو شرعی نماز پنجگانہ، نماز جنازہ، سجدہ تلاوت، مس مصحف اور ارادۃ الطواف کے لیے واجب ہے اور کھانا کھاتے وقت یا بعد میں وضو عرفی یعنی ہاتھ اور دہن دھونا مستحب ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۸/۲ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَخْزُومِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَائِطِ فَأُتِيَ بِطَعَامٍ فَقِيلَ لَهُ أَلَا تَتَوَضَّأُ فَقَالَ أُصَلِّي فَأَتَوَضَّأُ

ترجمہ: ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ صحت خانہ سے تشریف لائے، آنحضور کی خدمت اقدس میں کھانا پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ کی خدمت عالیہ میں عرض کیا گیا کہ کیا آپ ﷺ وضو نہیں کریں گے تو سیّد الکائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں نماز پڑھتا ہوں کہ وضو کروں۔

حل لغات: الغَائِط: صحت خانہ، غُوْطٌ سے ہے جس کے معنی کھودنا، داخل ہونا اور دھنس جانا کے ہیں۔ غَائِط: نرم کشادہ ہموار زمین کو کہتے ہیں۔ صاحب ''لغات الحدیث'' نے لکھا'' اب پاخانہ کے مقام کو کہنے لگے بلکہ خود پاخانہ پھرنے کو کیونکہ عرب لوگ پاخانہ پھرنے کو ایسی ہی جگہ تلاش کرتے ہیں''۔

تشریح: اسی باب کی حدیث ۱/۱۷۷ میں اس کی تشریح گذر چکی ہے، وضو کا سبب نماز کی ادائیگی ہے نہ کہ کھانا کھانا، لہٰذا یہاں فا جو ہے تو وہ سببیہ ہے اور بعض نسخوں میں أَأُصَلِّي بھی آیا ہے یعنی ہمزہ استفہامیہ کے ساتھ۔

حدیث نمبر ۱۷۹/۳ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ (ح) وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ الْجُرْجَانِيُّ عَنْ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ زَاذَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ أَنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ بَعْدَهُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَ اَخْبَرْتُهُ بِمَا

قِرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ

ترجمہ: سلمان سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا کہ کھانا کھانے کے بعد وضو کرنا برکت کا سبب ہے۔ یہ بات جو میں نے پڑھی تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیان کردی تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو کرنا برکت کا باعث ہے۔

حل لغات: وُضُوْء : لغوی معنی میں ہے یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا۔ بَرَكَة : کسی چیز میں زیادتی ہونا۔

تشریح: ارشاد ہے کہ ''کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو کرنا برکت کا باعث ہے'' یعنی کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اور اسی طرح کھانے سے بعد برکت کا سبب ہے۔ حضرت مولانا مولوی محمد عاقل صاحب فرماتے ہیں

''علماء گفتہ اند کہ برکت طعام بوضو کہ پیش از طعام است مراد از اولے زیادہ شدن نفس طعام است بدزدی شیطان از طعام ضیافت، ومراد از برکت آں بوضو بعد طعام باقی ماندن قوت آں در شکم کہ سبب قوت شوو زیادہ شدن فوائد وآثار آں طعام کہ نشاط بدنی وسکون نفس وقرار آں وترتب اخلاق کریمہ وعزائم جمیلہ است''

یعنی علماء نے فرمایا ہے کہ کھانے سے پہلے طعام میں برکت کے یہ معنی ہیں کہ شیطان کی چوری نہ کر سکنے سے نفس طعام میں زیادتی ہوتی ہے اور کھانے سے بعد برکت کے یہ معنی ہیں کہ شکم سیری کے باعث قوت پیدا ہوتی ہے جن فوائد اور مقاصد کے لیے کھانا کھایا جاتا ہے وہ پورے ہوتے ہیں، بدن کا جزو بنتا ہے، نشاط بدن اور سکون نفس پیدا ہوتا ہے، عبادات اور عمدہ اخلاق اور عزائم جمیلہ پر تقویت کا سبب بنتا ہے۔

اولیاء کرام فرماتے ہیں کہ ہر وقت باوضو رہنے کے بہت فائدے ہیں خصوصاً رزق کی تنگی جاتی

رہتی ہے، اولاد میں برکت ہوتی ہے اور قرض کی ادائیگی کا ذریعہ اور سبب ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک شخص حضرت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین قبلہ وکعبہ آقا سیّد پیر جان صاحب قدس سرّہٗ کی خدمت میں آیا اور دکھے دل سے عرض کرنے لگا کہ کوئی ایسا وظیفہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ اس رزق کی تنگی کو دور فرمائے، تمام دن کاروبار کرتا ہوں مگر برکت نہیں ہے اور بہت ہی عاجز ہو چکا ہوں آپ نے فرمایا کہ "جا اور ہر وقت باوضو رہ اور پھر چھ ماہ کے بعد آنا"۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ "گھر میں بیوی کو بھی کہہ کہ وہ بھی ہانڈی اور روٹی باوضو پکایا کرے۔"

جب وہ چھ ماہ کے بعد گیارہویں شریف کے عُرس پر حاضر ہوا تو قسم کھا کر کہا کہ قرض بھی ختم ہو چکا ہے، رزق کی فراخی ہے اور کاروبار میں برکت ہی برکت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ وُضُوْءِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عِنْدَ الطَّعَامِ پورا ہو گیا۔

(جاری ہے)

قطعہ

اعجاز رحمانی

ذکر کی محفلوں میں رہتے ہیں
شاہِ بطحا دلوں میں رہتے ہیں

ان کے دامن کو چھوڑنے والے
عمر بھر مشکلوں میں رہتے ہیں

گذشتہ سے پیوستہ

فضائل وخصائص امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد قمر صدیقی قادری

آخری زمانہ میں امت محمدیہ کی فضیلت: حضرت معاویہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ حکم الٰہی پر جمارہے گا، ان کی مخالفت کرنے والا اوران کی مددنہ کرنے والا انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (یعنی روزِ قیامت) آجائے گااوروہ اسی حال پر ہوں گے۔[۱]

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے! تم پر ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے لیکن مجھے دیکھنا ہر مومن کے نزدیک اس کے گھر والوں اور مال سے زیادہ محبوب ہوگا۔[۲]

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں مجھ سے شدید محبت کرنے والے وہ ہیں جو میرے بعد ہوں گے، ان میں سے ہرایک یہ چاہے گا کہ اپنے گھر والوں اور مال ودولت کے بدلے مجھے دیکھ لے۔[۳]

۱: صحیح بخاری کتاب المناقب، باب سوال المشرکین ان یریھم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیۃ فآراھم انشقاق القمر، جلد ۳، صفحہ ۱۳۳۱، حدیث نمبر ۳۴۴۲، کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ انما قولنا شی جلد ۶ صفحہ ۲۷۱۴، حدیث نمبر ۷۰۲۲، (۲) صحیح مسلم، کتاب الامارہ باب قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لاتزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لایضرھم من خالفھم جلد ۳، صفحہ ۱۵۲۴، حدیث نمبر ۱۰۳۷۔

۲: صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النُّبُوَّةِ فِي الإِسْلَامِ، جلد ۳، صفحہ ۳۱۵، حدیث نمبر: ۳۳۹۴۔ (۲) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: فَضْلُ النَّظَرِ إِلَيْهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَتَمَنِّيهِ، جلد نمبر ۴، صفحہ ۱۸۳۶، حدیث نمبر: ۲۳۶۴۔

۳: (۱) صحیح مسلم، باب فیمن یود رؤیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بأھلہ ومالہ، جلد ۴، صفحہ ۲۱۷۸، حدیث نمبر ۲۸۳۲۔ (۲) مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۲، صفحہ ۴۱۷، حدیث نمبر ۹۳۸۸۔ (۳) ابن حبان، صحیح، جلد ۱۶، صفحہ ۲۱۴، حدیث نمبر ۷۲۳۱۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد، اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کون سی مخلوق تمہارے نزدیک ایمان کے لحاظ سے سب سے عجیب تر ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا فرشتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے کیوں نہ ایمان لائیں حالانکہ وہ اپنے رب کے پاس ہیں۔ صحابہ کرام نے پھر عرض کیا تو انبیاء کرام علیہم السلام۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابنیاء کیوں نہ ایمان لائیں حالانکہ ان پر وحی اترتی ہے۔ انہوں نے عرض کیا تو پھر ہم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم کیوں نہ ایمان لاؤ گے حالانکہ میں بنفس نفیس تم میں موجود ہوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے نزدیک باعتبار ایمان سب سے پسندیدہ اور عجیب تر وہ لوگ ہیں جو میرے بعد میرے ہوں گے، کئی کتابوں کو پائیں گے مگر (صرف میری) کتاب میں جو کچھ لکھا ہے اس پر ایمان لائیں گے۔[۱]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ انصاری رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان لوگوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو اس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تک نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کے لیے خوشخبری ہے، وہ ہم میں سے ہی ہیں۔[۲]

حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خوشخبری ہے اس کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور سات مرتبہ خوشخبری ہو اس کے لیے جس نے مجھے دیکھا بھی نہیں پھر بھی مجھ پر ایمان لایا۔[۳]

امام ابویعلیٰ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی یہاں تک کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ اس امت کا امام عیسیٰ علیہ السلام

۱: (۱) طبرانی، المعجم الکبیر، جلد ۱۲، صفحہ ۸۷، حدیث نمبر ۱۲۵۶۰۔ (۲) ابویعلی عن عمر بن خطاب، مسند، جلد ۱، صفحہ ۱۴۷، حدیث نمبر ۱۶۰۔ (۳) حاکم، المستدرک، جلد ۴، صفحہ ۹۶، حدیث نمبر ۶۹۹۳۔

۲: طبرانی، معجم الاوسط، جلد ۸، صفحہ ۲۷۶، حدیث نمبر ۸۶۲۴۔

۳: مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۵، صفحہ ۲۵۷، حدیث نمبر: ۲۲۲۶۸۔ ۲۲۱۹۲۔ ۲۲۳۳۱۔ (۲) ابن حبان، صحیح، جلد ۱۶، صفحہ ۲۱۶، حدیث نمبر ۷۲۳۳۔ (۳) حاکم، عبداللہ بن بُسر سے مستدرک میں، جلد ۴، صفحہ ۹۶، حدیث نمبر ۶۹۹۴۔

سے کہے گا کہ آپ آگے بڑھیے۔مگر عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ آپ امامت کے حق دار ہیں۔اللہ تعالیٰ نے امامت سے اس امت کا اکرام فرمایا ہے۔[1]

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے سند صحیح سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس محنت و مشقت کا ذکر فرمایا جو دجال کے ظہور کے بعد ہوگی۔صحابہ کرام نے پوچھا کہ اس دن کون سا مال خیر ہوگا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ توانا لڑکا جو اپنے گھر والوں کو پانی پلائے گا کیونکہ اس دن کھانے کو کچھ نہ ہوگا۔صحابہ کرام نے پوچھا کی مومنین کا کھانا کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تسبیح (سبحان اللہ) تہلیل (لا الہ الا اللہ) اور تکبیر (اللہ اکبر)۔[2]

آخرت میں امت کا حال: حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس روز اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو ایک منادی کرنے والا بلند آواز سے اعلان کرے گا کہ کہاں ہیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،اور کہاں ہے ان کی امت۔ میں کھڑا ہو جاؤں گا،میری امت میرے پیچھے پیچھے ہوگی،ان کی پیشانیاں اوران کے پاؤں وضو کے اثر سے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم سب سے آخر میں آنے والے ہیں اور جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے ہیں اور ہمارا سب سے پہلے حساب ہوگا اور امتوں کو حکم ہوگا کہ وہ ہمارا راستہ خالی کردیں۔میری اور میرے غلاموں کی یہ عزت افزائی دیکھ کر ساری امتیں حیران و ششدر ہو جائیں گی اور کہیں گی یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ سارے انبیاء ہیں۔[3]

حضرت ابوذر اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیشک میں قیامت کے دن اپنی امت کو دوسری امتوں کے درمیان پہچان لوں گا۔صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں انہیں پہچان لوں گا کہ ان کا

۱: امام جلال الدین سیوطی،الخصائص الکبریٰ،جلد ۲،صفحہ ۳۹۰۔

۲: ایضاً جلد ۲،صفحہ ۳۹۱۔

۳: سنن ابی داؤد،بحوالہ ضیاء النبی،پیر محمد کرم شاہ الازہری،جلد ۵،صفحہ ۲۳۲۔

نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اوران کی پیشانیوں پر سجدوں کے اثر سے پہچان لوں گا اور ان کے آگے آگے دوڑنے والے ان کے نور سے پہچان لوں گا۔[۱]

حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ ہم ایک قبہ (مکان) میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کیا تم اس بات پر خوش ہو کہ جنتیوں کا تیسرا حصہ تم ہو؟ ہم نے جواب دیا جی ہاں۔ فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بیشک مجھے امید ہے کہ جنتیوں میں سے نصف تم ہو اور وہ اس طرح کہ جنت میں مسلمان کے بغیر کوئی داخل نہیں ہوگا اور شرک کرنے والوں کے مقابلے میں تم ایسے ہو جیسے کہ کالے بیل کی جلد پر ایک سفید بال یا سرخ بیل کی جلد پر ایک کالا بال۔[۲]

حضرت سلمان بن بریدہ رضی اللہ عنہما نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی، ان میں سے میری امت کی اسی (۸۰) صفیں ہوں گی اور باقی تمام امتوں کی چالیس صفیں ہوں گی۔[۳]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جنت تمام انبیاء پر اس وقت تک حرام کردی گئی ہے جب تک میں اس میں قدم نہ رکھوں اور تمام امتوں پر اس وقت تک حرام ہے جب تک میری امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔[۴]

۱: مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۵، صفحہ ۱۹۹، حدیث نمبر ۲۱۷۸۸۔

۲: (۱) صحیح بخاری، کتاب الرِّقَاق، باب كَيْفَ الْحَشْرُ، جلد ۵، صفحہ ۲۳۹۲، حدیث نمبر ۶۱۶۳، اور کتاب الإِيمَانِ وَالنُّذُور، باب كَيْفَ كَانَتْ يَمِينُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم، جلد ۶، صفحہ ۲۴۴۸، حدیث نمبر ۶۲۶۶۔ (۲) صحیح مسلم، کتاب الإِيمَان، باب كَوْنُ هَذِهِ الْأُمَّةِ نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، جلد ۱، صفحہ ۲۰۰، حدیث نمبر ۲۲۱۔ (۳) جامع ترمذی، کتاب صِفَةُ الْجَنَّةِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم، باب مَا جَاءَ فِي صَفِّ أَهْلِ الْجَنَّةِ، جلد ۴، صفحہ ۶۸۴، حدیث نمبر ۲۵۴۷۔

۳: (۱) جامع ترمذی، کتاب صِفَةُ الْجَنَّةِ عن رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم، باب مَا جَاءَ فِي صف أَهْلِ الْجَنَّةِ، جلد ۴، صفحہ ۶۸۳، حدیث نمبر ۲۵۴۶۔ (۲) سنن ابن ماجہ، کتاب الزُّهْد، باب صِفَةُ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله وسلم، جلد ۲، صفحہ ۱۴۳۴، حدیث نمبر ۴۲۸۹۔

۴: (۱) طبرانی، المعجم الاوسط، جلد ۱، صفحہ ۲۸۹، حدیث نمبر ۹۴۲۔ (۲) ہیثمی، مجمع الزوائد، جلد ۱۰، صفحہ ۶۹۔ (۳) ہندی، کنز العمال، جلد ۱۱، صفحہ ۴۱۶، حدیث نمبر ۳۱۹۵۳۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن روشن پیشانیوں اور چمکتے ہاتھ پاؤں والے لوگوں کی ایک جماعت ظاہر ہوگی، ان کا نور سورج کی طرح افق پر چھا جائے گا۔ پھر ایک پکارنے والا پکارے گا ''نبی اُمّی''۔ تو ہر امی اس کی طرف متوجہ ہوگا مگر کہا جائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت۔ پس وہ جنت میں داخل ہوں گے، ان پر کوئی حساب اور عذاب نہیں ہوگا۔ پھر ایک اور جماعت ظاہر ہوگی ان کی پیشانیوں اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے، ان کا نور چودھویں کے چاند کی طرح ہوگا اور افق پر چھا جائے گا تو پکارنے والا پھر پکارے گا ''نبی اُمّی''۔

پس ہر اُمّی نبی اس کی طرف متوجہ ہوگا لیکن کہا جائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت۔ تو وہ بھی بلا حساب وعذاب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ پھر ایک اور جماعت آئے گی ان کی بھی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں چمکتے ہوں گے، ان کا نور آسمان میں موجود بڑے ستارے کی طرح ہوگا اور ان کا نور افق پر چھا جائے گا تو آواز دینے والا آواز دے گا ''نبی اُمّی'' پس ہر اُمّی نبی اس آواز کی طرف متوجہ ہوگا تو واضح کیا جائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت۔

پس وہ حساب وعذاب کے بغیر ہی جنت میں داخل ہوں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب (اپنی شان کے مناسب) جلوہ افروز ہوگا، پھر میزان وحساب قائم ہوگا۔[1]

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک یہ امتِ مرحومہ (خصوصی رحمت ہے اس پر) ہے اس کا عذاب اس کے ہاتھ میں ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو مسلمانوں میں سے ہر ایک کو ایک کافر دیا جائے گا پھر کہا جائے گا یہ تمہارا جہنم کا فدیہ ہے۔[2]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (باقی صفحہ آخر پر)

۱: (۱) طبرانی، المعجم الکبیر، جلد ۸، صفحہ ۱۷۳، حدیث نمبر ۷۷۲۳۔ (۲) مسند الشامیین، جلد ۲، صفحہ ۲۰۱، حدیث نمبر ۱۱۸۵۔ (۳) ہیثمی، مجمع الزوائد، جلد ۱۰، صفحہ ۴۰۹۔

۲: (۱) سنن ابن ماجہ، کتاب الزُّهد، باب: فِي صِفَةِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله وسلم، جلد ۲، صفحہ ۱۴۳۴، حدیث نمبر ۴۲۹۲۔ (۲) امام ابوحنیفہ نے اپنی مسند میں ابوموسی سے روایت کی، جلد ۱، صفحہ ۱۵۵۔ (۳) عبد بن جمیلہ، مسند، جلد ۱، صفحہ ۱۹۰، حدیث نمبر ۵۳۷۔

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا

خدیجہ طاہر

ام المومنین حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا قریش کے قبیلہ عامر بن لوی سے تھیں۔آپ کا سلسلۂ نسب سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی ہے۔ حضرت لوی سے جاکر آپ کے نسب کا اتصال رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف سے ہوجاتا ہے۔والدہ کا نام سموس بنت قیس تھا جو انصار کے خاندان بنونجار سے تھیں۔ سیدہ سودہ کا پہلا نکاح اپنے چچا زاد حضرت سکران بن عمرو سے ہوا۔

اللہ تعالی نے سیدہ سودہ کو نہایت صالح طبیعت عطا کی تھی۔ جب محبوب کریم علیہ السلام نے دعوتِ حق کا آغاز کیا تو انہوں نے فوراً اس پر لبیک کہا۔آپ کے پہلے شوہر بھی آپ کے ساتھ ہی ایمان لائے۔سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرتِ ثانیہ کی تھی۔

موسیٰ بن عتبہ اور ابومعشر کا قول ہے کہ حضرت سکران رضی اللہ عنہ کا انتقال حبشہ میں ہوگیا تھا مگر محمد بن اسحاق اور واقدی کہتے ہیں کہ وہ حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس آگئے تھے اور یہیں ان کا انتقال ہوا اور یوں سیدہ سودہ بیوہ اور بے یارو مددگار ہوگئیں۔ایسے میں اگر وہ اپنے قبیلے واپس جاتیں تو اہل قبیلہ ان کی زندگی کو اجیرن بنادیتے اور دولت دین کی حفاظت ان کے لیے مشکل ہوجاتی۔اس وقت ان کی عمر مبارک تقریباً پچاس سال تھی۔ یہ وہ عمر تھی جس میں یہ امکان بہت کم ہی تھا کہ کوئی ان سے شادی کرکے پناہ گاہ مہیا کرتا مگر محبوب کریم علیہ السلام نے اللہ کی اس نیک بندی کو دین و دنیا کے فتنوں سے بچانے کے لیے اپنی زوجیت میں لینے کا فیصلہ فرمایا۔

دوسری طرف یہی وہ زمانہ تھا جب ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وصال فرمایا تھا۔ بن ماں کی بچیوں کو دیکھ دیکھ کر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت مبارک افسردہ رہتی تھی۔ایک دن محبوب کریم علیہ السلام کی

ایک جانثار صحابیہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے بارگاہ نبوی میں عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمیشہ ملول دیکھتی ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہاں گھر کا انتظام اور بچوں کی تربیت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی کے سپرد تھی۔ حضرت خولہ نے عرض کی تو پھر آپ علیہ السلام کو ایک رفیق اور غمگسار کی ضرورت ہے، اگر اجازت ہو تو آپ کے نکاح ثانی کے لیے تگ و دو کروں۔ حضور علیہ السلام نے اسے منظور فرمالیا۔

حضرت خولہ اب سیدہ سودہ کے پاس تشریف لے گئیں اور ان سے رسول کریم علیہ السلام کی خواہش بیان کی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے رضامندی کا اظہار کیا۔ ان کے والد زمعہ نے بھی حضور علیہ السلام کا پیغام قبول کرلیا اور اپنی لخت جگر کا نکاح سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چارسو درہم پر خود پڑھا دیا۔ یہ مبارک نکاح رمضان میں ہوا۔

زرقانی کا بیان ہے کہ اپنے پہلے شوہر حضرت سکران کی زندگی میں ایک دفعہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ تکیہ کے سہارے لیٹی ہیں کہ آسمان پھٹا اور چاندان پر گر پڑا۔ انہوں نے یہ خواب حضرت سکران سے بیان کیا تو وہ بولے کہ اس خواب کی تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے کہ میں عنقریب فوت ہو جاؤں گا اور تم عرب کے چاند محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آؤ گی اور یوں اس خواب کی تعبیر کچھ مدت بعد پوری ہوگئی۔

بعض روایتوں کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کے نکاح میں آئیں اور بعض کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقد ثانی ہوا اور پھر سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے نبی علیہ السلام نے عقد فرمایا۔

حضرت سیدنا شیخ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سوائے حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے تمام انبیائے کرام نے نکاح فرمایا اور حضور علیہ السلام نے بھی کئی حکمتوں کے پیش نظر متعدد نکاح فرمائے۔

شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبوب کریم علیہ السلام نے زیادہ تر جن عورتوں سے نکاح فرمایا وہ کسی نہ کسی دینی مصلحت ہی کی بنا پر ہوا۔ کچھ عورتوں کے خاندانی اعزاز واکرام کو

بچانے کے لیے، کچھ عورتوں سے اس بنا پر کہ وہ رنج والم کے صدموں سے نڈھال تھیں اور حضور ﷺ نے ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لیے ان کو اعزاز بخشا اور اپنی ازواج مطہرات میں ان کو شامل فرما لیا۔ اور اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات میں سیدہ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی بھی کنواری نہیں تھیں بلکہ سب دراز عمر اور بیوہ تھیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اہل اسلام کی مادرانِ شفیق
بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام
پارہائے صحف غنچہ ہائے قدس
اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام

ام المومنین حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ کے خاندان کے بیش تر افراد کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ان میں سے تین کے نام کچھ یوں ہیں: حضرت عبداللہ بن زمعہ، حضرت مالک بن زمعہ، حضرت عبدالرحمن بن زمعہ رضی اللہ عنہ۔

ام المومنین حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بہت ہی دین دار اور سلیقہ شعار خاتون تھیں۔ کاشانۂ نبوی میں آنے کے بعد آپ ہمیشہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رِضا کے حصول کے لیے کوشاں رہیں۔ آپ یہ بات یقینی طور پر جانتی تھیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب ازواج سے زیادہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت فرماتے ہیں۔ دوسرا عمر رسیدہ ہونے کے سبب آپ رضی اللہ عنہا کو خیال آیا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے دوری اختیار نہ فرمالیں۔

چنانچہ آپ نے محبوب کریم ﷺ کے قلب اقدس میں فرحت و سرور داخل کرنے اور اپنا اندیشہ دور کرنے کی غرض سے اپنی باری کا دن بھی ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا۔

رب کریم کی طرف سے کمال وسعت قلبی آپ کو عطا ہوئی تھی کہ آپ نے محبوب کریم ﷺ کے قلب اطہر کو راحت پہنچانے اور بروز قیامت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں اٹھنے کے لیے جس عظیم ایثار و قربانی

کا مظاہرہ فرمایا اس سے پتا چلتا ہے کہ آپ کا سینہ محبت رسول کا خزینہ تھا۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں قدرے ظرافت بھی شامل تھی جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض اوقات محظوظ ہوتے تھے۔ابن سعد کا بیان ہے کہ کبھی کبھی آپ جان بوجھ کر اس انداز سے چلتی تھیں کہ حضور علیہ السلام دیکھتے تو ہنس پڑتے تھے۔

ایک رات آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔حضور علیہ السلام بڑی دیر تک رکوع میں رہے صبح ہوئی تو کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ رات کو نماز میں آپ نے اتنی دیر تک رکوع کیا کہ مجھے اپنی نکسیر پھوٹنے کا اندیشہ ہو گیا چنانچہ میں بڑی دیر تک اپنی ناک سہلاتی رہی۔محبوب علیہ السلام ان کی بات سن کر متبسم ہو گئے۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نہایت رحم دل اور سخی تھیں، جو کچھ ان کے ہاتھ آتا تھا اسے نہایت دریا دلی سے حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتی تھیں۔حافظ ابن حجر نے ''اصابہ'' میں لکھا ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا دستکاری میں مہارت رکھتی تھیں اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی راہِ خدا میں خرچ کر دیتیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ان کی خدمت میں درہموں کی ایک تھیلی ہدیۃً بھیجی۔انہوں نے پوچھا اس میں کیا ہے؟ بتایا گیا کہ درہم ہیں۔آپ نے فرمایا کہ تھیلی تو کھجوروں کی ہے اور اس میں درہم ہیں۔یہ کہہ کر تمام درہم ضرورت مندوں میں بانٹ دیئے کہ جس طرح کھجوریں تقسیم کی جاتی ہیں۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اتنے پاکیزہ اخلاق کی حامل تھیں کہ ایک دفعہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سوائے سودہ رضی اللہ عنہا کے کسی عورت کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خواہش پیدا نہ ہوئی کہ اس کے جسم میں میری روح ہوتی۔ایک اور قول ہے کہ میں نے کسی عورت کو جذبۂ رقابت سے خالی نہ دیکھا سوائے حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا دس ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئیں چونکہ دراز قد اور فربہ اندام تھیں اس لیے تیز چلنے سے مجبور تھیں۔حضور علیہ السلام نے مزدلفہ سے روانگی سے پہلے انہیں چلے جانے کی اجازت دے دی تاکہ بھیڑ بھاڑ میں ان کو تکلیف نہ ہو حجۃ الوداع کے موقع پر رسول

اللہ ﷺ نے تمام ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس حج کے بعد اپنے گھروں میں بیٹھنا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اس حکم کی نہایت سختی سے تعمیل کی اور ساری عمر گھر سے باہر نہ نکلیں۔

آپ نے کم وبیش تین برس رسول کریم علیہ السلام کے کاشانۂ اقدس میں ایسے گزارے کہ اس عرصے میں آپ ﷺ کے کاشانۂ اقدس میں اور کوئی زوجہ مطہرہ نہیں تھیں۔آپ ان چھ ازواج مطہرات میں سے ہیں جن کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا۔آپ نے پہلے حبشہ کی جانب ہجرت ثانیہ میں شرکت فرمائی۔پھر سرکاردوعالم ﷺ کی زوجیت میں آنے کے بعد مدینہ منورہ کی طرف بھی ہجرت فرمائی۔آپ السابقون الاولون صحابیات میں سے ہیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے پانچ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک صحیح بخاری میں اور چار سنن اربعہ میں ہیں۔آپ کا وصال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوا۔

کبریا کا لطف ہے ان پر، کرم ہے، فیض ہے
مصطفیٰ کی خوشہ چیں ہیں، امہات المومنین
ذکر ان کا ہو تو سر کو خم، نظر نیچی کرو
امہات المومنین ہیں، امہات المومنین

قطعہ

سید یاسر بخاری

اک درد سے جڑے رہے خوشیوں کے سلسلے
اک ربط کے سوا کبھی مانگا نہ کچھ مزید
جب تک صدائے یار سماعت کا رزق تھی
ہر صبح صبحِ عید تھی، ہر شام شامِ عید

نعت پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت پروفیسر حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ

اللہ نے پہنچایا سرکار کے قدموں میں
کیا کیا نہ سکوں پایا سرکار کے قدموں میں

دل کا تھا عجب عالم ان کے در اقدس پر
سر پر تھا عجب سایہ سرکار کے قدموں میں

وہ ربِ محمد کا تھا خاص کرم جس نے
عالم نیا دِکھلایا سرکار کے قدموں میں

جب سامنے جالی کے اشکوں کی سلامی دی
سو شکر بجا لایا سرکار کے قدموں میں

تارا تھا کہ جگنو تھا، گوہر تھا کہ برگ گل
جو اشک کہ لہرایا سرکار کے قدموں میں

سانسوں کا تموج بھی اک بار لگا مجھ کو
وہ مرحلہ بھی آیا سرکار کے قدموں میں

وہ اپنے گناہوں کا احساس تھا بس تائب
جس نے مجھے تڑپایا سرکار کے قدموں میں

گذشتہ سے پیوستہ

دراسات الحسنیہ

توحید ورسالت، قرآن حکیم واحادیث کی روشنی میں

قطب الاقطاب شیخ القرآن والحدیث
حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ کو کسی نے نہیں دیکھا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر ہی اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک جان کر معبود برحق مانا۔ چنانچہ توحید وہی قابل قبول ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کر رہے ہوں، اپنی طرف سے توحید کو ماننا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ رسول کے بتائے ہوئے خدا کو مانیں گے تو بات بنے گی۔ صرف یہی نہیں بلکہ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہماری توحید کی گواہی دیں گے تب توحید کامل ہوگی اور پھر وہ توحید اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ قبول ہوگی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء: ۶۴)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب آپ کے حضور میں حاضر ہو جائیں اور اللہ سے معافی مانگیں اور رسول اُن کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں گے۔

اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ جب یہ مسلمان گناہوں میں مبتلا ہو جائیں، معصیت کے مرتکب ہو جائیں، کفر وشرک کر بیٹھیں، اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کی خلاف ورزی کر لیں پھر وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا چاہیں تو اس کے

لیے انہیں تین شرائط پوری کرنی ہوں گی۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کے حضور میں آ جائیں، دوسری شرط یہ ہے کہ دربارِ رسول ﷺ میں اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ تیسری اور اہم ترین شرط جس پر کہ بخشش کا دارومدار ہے، وہ یہ ہے کہ پیارا محبوب ﷺ اُن کی ندامت کو قبول فرما کر اُن کی مغفرت پر مہر تصدیق ثبت کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں ان کے گناہوں کی بخشش کے لیے سفارش کریں۔ تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ یقیناً اُن کی توبہ قبول فرمائے گا۔ معلوم ہوا کہ جب تک حضور پاک ﷺ کی طرف سے مغفرت کی سند حاصل نہ ہو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں توبہ قبول نہیں ہو گی۔ اس میں جو اصل نکتہ آپ کو سمجھانا ہے، وہ یہ ہے کہ جس طرح توبہ کے لیے آنحضرت ﷺ کی تصدیق ضروری ہے اسی طرح توحید کے لیے بھی رسالت کی سند اور شہادت ضروری ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ (اور رسول تم پر گواہ ہے)۔

اس آیت کے ضمن میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ''فتح العزیز'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ تمہارا رسول تم پر گواہی دے گا کیونکہ وہ اپنے نورِ نبوت سے ہر ایک کے ایمان کی حقیقت کو جانتے ہیں۔ وہ تمہارے ایمان کے درجوں کو، نیک و بد اعمال کو، تمہارے اخلاص اور نفاق کو بھی جانتے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ کون سا پردہ ہے جس کی وجہ سے ترقی رکی ہوئی ہے۔ یعنی پیارے محبوب ﷺ شہادت دیں گے کہ اس شخص نے سچے دل سے لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ پڑھا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں وہ توحید قبولیت کا درجہ حاصل کرے گی۔

ثابت ہوا کہ توحید کا دارومدار رسالت کی قبولیت پر ہے لہٰذا توحید کو سمجھنے کے لیے رسالت کی معرفت ضروری ہے اور رسالت کی معرفت جناب حضور پاک ﷺ کی محبت و تعظیم اور اطاعت سے حاصل ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور دیگر صلحائے امت کو بلند مراتب اسی وجہ سے حاصل ہوئے اور جن لوگوں کے دل محبت اور عظمت رسول ﷺ سے خالی تھے، اگرچہ انہوں نے ظاہری طور پر رسالت کا اقرار کیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ زبانی شہادت رد کرتے ہوئے اعلان فرما دیا

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (المنافقون:۱)

ترجمہ: جب منافق آپ کے حضور حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

وہ لوگ جو توحید توحید کے نعرے لگاتے ہیں اور توحید توحید کرتے ہوئے رسالت مآب ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کے مرتکب ہو جاتے ہیں، انہیں سوچنا چاہیے اور فکر کرنی چاہیے۔ وہ اپنے انجام سے آگاہ ہو جائیں کہ ان کی یہ دنیا بھی تباہ ہے اور آخرت میں بھی دردناک عذاب ان کا مقدر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بے ادبوں اور گستاخوں سے بچائے۔ حضرت مولانا روم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ادب کی توفیق دے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے اُن ہی لوگوں کو حصہ ملتا ہے جو باادب ہوں۔ بے ادب اور گستاخ اس کے فضل سے محروم رہتے ہیں۔ نیز بے ادبوں کی صحبت کے بُرے اور خطرناک اثرات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی مصاحبت سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بے ادب اور گستاخ صرف خود اکیلا ہی برائی کا شکار نہیں ہوتا بلکہ اپنے تمام رفقاء اور ساری دنیا کو تباہ کر دیتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بے ادب اور گستاخ لوگوں کی صحبت سے بچائے ---آمین! اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے ہمیں ایسے بزرگ اساتذہ نصیب فرمائے جنہوں نے ہمیں قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کا ترجمہ بھی ادب والا پڑھایا۔ وہ محبت رسول ﷺ کی عینک لگا کر قرآن کریم پڑھتے اور دوسروں کو پڑھاتے۔

ایک بڑے ذہین اور قابل شخص جو کہ کبھی کبھی ہمارے اُستاذ محترم شیخ المحدثین ومفسرین حضرت علامہ صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب ---اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے--- کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ ایک دن کہنے لگے بڑی حیرت کی بات ہے کہ میں تو فلاں صاحب کے درس میں بھی شامل ہوتا ہوں، وہ بھی قرآن اور احادیث ہی پڑھتے ہیں لیکن جو مزہ اور حظ مجھے یہاں آپ کے ہاں آتا ہے، وہاں وہ لطف نہیں آتا۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عجیب بات فرمائی، آپ نے فرمایا کہ وہ عینک لگا کر پڑھتے ہیں کہ حضور بشر ہیں، بشر ہیں، بشر ہیں۔ جبکہ ہم عینک لگا کر پڑھتے ہیں کہ حضور توحید میں فنا ہیں، توحید میں فنا ہیں، توحید میں فنا ہیں۔ بس ان کے اور ہمارے درس میں یہی فرق ہے۔ انہیں اپنی عینک سے جو کچھ نظر آتا ہے، وہ لوگوں کو بیان کرتے ہیں اور ہمیں اپنی عینک سے جو کچھ نظر آتا ہے، ہم وہی لوگوں کو سناتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کی معرفت ایک کمال ہے جو ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتا۔ بدبختوں نے یہی سمجھا کہ رسول تو ہم جیسا ہے۔ حضرت مولانا روم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک حبشی صحرا میں جارہا تھا اُسے آئینہ ملا، آئینے کو اٹھا کر اس نے اپنا چہرہ دیکھا۔ سیاہ رنگ، چھوٹی چھوٹی آنکھیں، موٹے موٹے ہونٹ اور زرد، زرد دانت۔ اپنی یہ بھیانک اور ڈراؤنی شکل دیکھ کر اس نے شیشہ توڑ دیا، اور کہنے لگا یہ شیشہ تو بڑا خراب ہے۔ مولانا روم صاحب نے فرمایا کہ اس آئینے کا کوئی قصور نہ تھا بلکہ اس کا اپنا حلیہ ہی ایسا تھا۔ وہ اس راز کو نہ سمجھ سکا اور آئینے کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس بھی ایک آئینے کی طرح ہے، جو بھی آتا ہے اُسے اپنی صورت نظر آتی ہے۔ ایک دن ابوجہل آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر کہنے لگا--- استغفر اللہ--- آج تو آپ مجھے بڑے بدصورت نظر آرہے ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آسمان پر چودھویں کا چاند اپنی پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ جناب ابوبکر صدیق فرمانے لگے حضور آج تو آپ اس چاند سے زیادہ خوبصورت نظر آرہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔ ایک صحابی جو کہ حضور کی خدمت میں موجود تھے عرض کرنے لگے کہ عجیب بات ہے آپ نے ابو جہل کی بات کی بھی تصدیق فرمائی اور جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی حالانکہ دونوں باتیں ایک دوسرے کے بالکل خلاف ہیں۔ حضور نے فرمایا نبی آئینہ ہوتا ہے جو بھی آتا ہے اُسے اپنی شکل نظر آتی ہے۔

امید ہے اب آپ توحید اور رسالت کا ربط سمجھ گئے ہوں گے اور یہ بھی جان گئے ہوں گے کہ توحید کی معرفت کا راز رسالت کی معرفت میں پنہاں ہے اور پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ مبارک کے ساتھ ہمیں توحید کی دعوت دی۔ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (پس جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)

پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نطق مبارک کے ساتھ یہ مبارک الفاظ صحابہ کرام کے سامنے پیش فرمائے۔ انہوں نے قبول کر کے اسے تابعین تک پہنچایا پھر تبع تابعین اور ان سے ہم تک یہ کلمہ مبارک پہنچا۔ مقام حیرت ہے کہ وہ لوگ جو آج بھی یہ کلمہ مبارک دوسروں تک پہنچانے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں انہی پر تنقید اور طعن و تشنیع کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ فقیر اور درویش لوگ جو خانقاہوں میں بیٹھے ہوئے ہیں، شرک اور بدعت کی تعلیم دے رہے ہیں اور یہ اپنی پوجا پاٹ کرواتے ہیں ---استغفر اللہ--- نقل کفر، کفر نہ باشد۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ سلسلہ تصوف (قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی) کے کسی بھی بزرگ یا صوفی کے پاس چلے جائیں اور اسے کہیں آپ مجھے مرید کرلیں تو وہ آپ کو پہلی بات جو سکھائے گا وہ یہی کلمہ توحید ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اس کے ذریعے اس نے شرک و بدعت کی تمام جڑیں کاٹ کر رکھ دیں۔ تمہیں کلمہ پڑھا کر اور اس کلمہ مبارک پر اپنی شہادت ثبت فرما کر تمہیں گذشتہ گناہوں سے پاک و صاف کر دیا۔ تمہیں کیا معلوم ہے کہ تم نے جو یہ کلمہ پڑھا ہے یہ کیا چیز ہے--- اللہ اکبر۔ صوفیائے کرام کو یہ خالص توحید اپنے پیرانِ عظام سے حاصل ہوتی ہے اور یہ سلسلہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے اور پھر وہ یہی توحید خالص اپنے عقیدتمندوں تک پہنچاتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے آج انہی لوگوں پر شرک و بدعت کی تہمتیں لگائی جارہی ہیں حالانکہ وہ تو پہلا سبق یہی پڑھاتے ہیں کہ عبادت کے لائق اگر کوئی ہے تو وہ اللہ کی ذات ہے، مومن کا سر اللہ کے سوا کسی کے آگے

نہیں جھکتا۔ یہاں پر ایک اور مسئلہ بھی آپ کو سمجھا دوں کہ سجدہ تین قسم کا ہے۔

۱: سجدۂ عبادت: یہ سجدۂ اللہ تبارک وتعالیٰ کو معبود برحق سمجھتے ہوئے صرف اُسی کو کیا جاتا ہے جیسا کہ ہم نماز میں سجدہ کرتے ہیں اور اس میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھتے ہیں۔ اگر یہی سجدہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو بغرضِ عبادت یا کسی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات میں شریک جان کر کیا جائے تو شرک ہے۔

۲۔ سجدۂ شکر: اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ ریز ہو جانا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پستہ قد آدمی کو دیکھا تو فوراً سجدۂ شکر ادا کیا کہ شکر ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے ایسا نہیں پیدا فرمایا۔

۳۔ سجدۂ تعظیمی: یہ سجدہ اگلی امتوں میں جائز تھا، یہ تواضع کے لیے کیا جاتا تھا۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنا خواب بیان فرمایا کہ

اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ

ترجمہ: میں نے گیارہ ستارے اور سورج وچاند دیکھے، انہیں اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا۔

مفسرین کرام نے لکھا کہ تاروں سے مراد اُن کے بھائی ہیں جبکہ سورج آپ کے والد اور قمر سے والدہ مراد ہے۔ یہ سجدہ اگلی شریعتوں میں جائز تھا لیکن شریعت محمدیہ میں اس کی بھی ممانعت کردی گئی اور فقہائے کرام نے لکھا کہ ایسا سجدہ گناہِ کبیرہ ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔ علامہ اقبال نے فرمایا:

آدم از بے بصری بندگی آدم کرد
گوہری داشت ولی نذر قباد و جم کرد
یعنی از خوی غلامی ز سگان خوار تر است
من ندیدم کہ سگِ پیش سگ سر خم کرد

(جاری ہے)

احکام الٰہی[1]

صاحبزادہ محمد فاروق مرتضوی

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرۃ: ۴۲)

ترجمہ: اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور دیدہ دانستہ حق نہ چھپاؤ۔

وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِينَ (البقرۃ: ۴۲)

ترجمہ: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ (البقرۃ: ۹۸)

ترجمہ: جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ۭ أُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَّدْخُلُوْهَآ إِلَّا خَآئِفِيْنَ ۬ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (البقرۃ: ۱۱۴)

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام اللہ لیے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَإِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَمَا

[1]: یہ سلسلہ وار مضمون قرآن پاک کی مختلف سورتوں سے منتخب آیات پر مشتمل ہے جو عبادات، اخلاقیات اور معاشرتی اصولوں جیسے موضوعات پر اللہ تعالیٰ کے واضح احکامات کو بیان کرتی ہیں۔ ادارہ

اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (البقرۃ: ۱۴۹)

ترجمہ: اور جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور وہ ضرور تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔

وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (البقرۃ: ۱۶۳)

ترجمہ: اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (البقرۃ: ۱۷۲)

ترجمہ: اے ایمان والو کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (البقرۃ: ۱۷۳)

ترجمہ: اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں مردار اور خون اور سوٴر کا گوشت اور وہ جانور جو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ تو وہ ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ البقرۃ: ۱۷۶)

ترجمہ: یہ اس لیے کہ اللہ نے کتاب حق کے ساتھ اتاری اور بے شک جو لوگ کتاب میں اختلاف ڈالنے لگے وہ ضرور پرلے سرے کے جھگڑالو ہیں۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (البقرۃ: ۱۸۵)

ترجمہ: رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں۔ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور اس لیے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور کہیں تم حق گزار ہو۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (البقرۃ: ۱۸۷)

ترجمہ: روزہ کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لیے حلال ہوا۔ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس۔ اللہ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا تو اب ان سے صحبت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے (پو پھٹ کر) پھر رات آنے تک روزے پورے کرو اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں، ان کے پاس نہ جاؤ۔ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انہیں پرہیزگاری ملے۔

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرۃ: ۱۸۸)

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لیے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھا لو جان بوجھ کر۔

السجدة يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (البقرۃ:۱۸۹)

ترجمہ: تم سے نئے چاند کو پوچھتے ہیں، تم فرمادو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لیے اور یہ کچھ بھلائی نہیں کہ گھروں میں پچھلی دیوار توڑ کر آؤ۔ ہاں بھلائی تو پرہیزگاری ہے اور گھروں میں دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّـوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (البقرۃ: ۲۲۲)

ترجمہ: تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں اور ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں۔ پھر جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا۔ بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَاۗءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (البقرۃ:۲۲۶)

ترجمہ: اور وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی، انہیں چار مہینے مہلت ہے۔ پس اگر مدت میں پھر آئیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْۗءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّھِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (البقرۃ:۲۲۸)

ترجمہ: طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک، اور انہیں حلال نہیں کہ چھپائیں وہ جو اللہ نے ان کے پیٹ میں پیدا کیا۔ اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے

اندران کے پھیر لینے کو حق پہنچتا ہے اگر ملاپ چاہیں۔اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے۔اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَآ اَنۡ يَّتَرَاجَعَآ اِنۡ ظَنَّآ اَنۡ يُّقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ (البقرۃ:۲۳۰)

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں نبھائیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں بیان کرتا ہے دانشمندوں کے لیے۔

وَالۡوَالِدٰتُ يُرۡضِعۡنَ اَوۡلَادَهُنَّ حَوۡلَيۡنِ كَامِلَيۡنِ لِمَنۡ اَرَادَ اَنۡ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الۡمَوۡلُوۡدِ لَهٗ رِزۡقُهُنَّ وَكِسۡوَتُهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفۡسٌ اِلَّا وُسۡعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوۡلُوۡدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الۡوَارِثِ مِثۡلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنۡ اَرَادَا فِصَالًا عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا ؕ وَاِنۡ اَرَدْتُّمۡ اَنۡ تَسۡتَرۡضِعُوۡٓا اَوۡلَادَكُمۡ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اِذَا سَلَّمۡتُمۡ مَّآ اٰتَيۡتُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ (البقرۃ:۲۳۳)

ترجمہ: اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس اس کے لیے کہ جو دودھ کی مدت پوری کرنی چاہے۔اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا پہننا ہے حسب دستور۔کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے گا مگر اس کے مقدور بھر۔ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچہ سے، اور نہ اولاد والے کو اس کی اولاد سے۔یا ماں ضرر نہ دے اپنے بچہ کو، نہ اولاد والا اپنی اولاد کو۔اور جو باپ کا قائم مقام ہے، اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے۔پھر اگر ماں باپ دونوں آپس کی رضا اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں۔جب کہ جو دینا ٹھہرا تھا بھلائی کے ساتھ انہیں ادا کر دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (البقرۃ: ۲۳۴)

ترجمہ: اورتم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔ تو جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو اے والیو! تم پر مواخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ (البقرۃ: ۲۶۳)

ترجمہ: اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ بے پروا حلم والا ہے۔

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۗ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (البقرۃ: ۲۷۱)

ترجمہ: خیرات علانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے، اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لیے سب سے بہتر ہے اور اس میں تمہارے کچھ گناہ گھٹیں گے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرۃ: ۲۷۴)

ترجمہ: وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں، چھپے اور ظاہر، ان کے لیے ان کا انعام ہے ان کے رب کے پاس۔ ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو، نہ کچھ غم۔

(جاری ہے)

پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ معاصرین کی نظر میں

محمد نعمان چشتی

جن اکابر کو اپنے عہد میں مسلمہ حیثیت حاصل رہی اور ان کی قیادت پر ہم عصر علماء و مشائخ نے اتفاق کیا ان کی فہرست میں ایک نمایاں نام والیِ گولڑا شیخِ کبیر محدثِ وقت علامہ پیر سید مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ حضرت عالم گولڑوی قدس سرہ کے علمی و روحانی کمالات کو آپ کے عہد میں ہی تسلیم کر لیا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب ۱۹۰۰ء میں فتنہ قادیانیت برپا ہوا تو اپنے عہد کے جمیع صوفیاء و علماء نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت پر اتفاق کیا۔

حضرت عالم گولڑوی قدس سرہ، گولڑا کے گاؤں میں رہتے ہوئے اپنی شخصیت کو دنیا بھر میں منوا چکے تھے جس پر آپ کے ہم عصر اکابر کی جانب سے خراج عقیدت عادل شاہد ہے۔ ذیل میں آپ کے بارے میں چند اکابر کی آراء نقل کرتا ہوں جس سے یہ معلوم ہو سکے گا کہ حضرت کے عہد میں ہی آپ کی شخصیت کیا مقام و مرتبہ رکھتی تھی۔

خواجہ خواجگان خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ: کل بروز قیامت اگر خدا نے پوچھا کہ دنیا سے کیا لائے ہو تو مہر علی کو پیش کر کے کہوں گا یہ لایا ہوں۔[۱]

عارف باللہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ: قبلہ عالم گولڑوی نے آپ کی مجلس میں جب

۱: تجلیاتِ مہر انور

مثنوی مولانا روم کی عبارات کی تشریح کی تو حاجی صاحب وجد میں آ گئے اور آپ کو سلسلہ چشتیہ صابریہ میں خلافت دیتے ہوئے فرمایا "اگرچہ آپ کو اس کی حاجت نہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ شمالی ہند میں آپ کی وجہ سے میرے سلسلہ کو ترویج ملے"۔[۱]

استاذ الاساتذہ مولانا احمد حسن کانپوری قدس سرہ: میری تصنع کی عادت نہیں جہاں جی چاہتا ہے وہیں جھکتا ہوں۔ میں تو آپ کی زیارت کو عبادت سمجھ کر حاضر ہوتا ہوں۔[۲]

امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی قدس سرہ: خلیفہ امام اہل سنّت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی علیہ الرحمہ بیان کرتے تھے کہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کی مجالس میں پیر صاحب کا تذکرہ ہوتا رہتا تھا۔ مرزا قادیانی کے رد میں پیر صاحب کی مجاہدانہ سرگرمیوں سے اعلیٰ حضرت بہت خوش تھے۔[۳]

علامہ وصی احمد محدث سورتی رحمہ اللہ: حضرت سیدنا قبلہ عالم گولڑوی کی تقریر سن کر کہنے لگے: لاریب یہ علوم وہبیہ کی شان ہے جس میں کسب کا کوئی عمل دخل نہیں۔[۴]

علامہ پروفیسر نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ: انجمن نعمانیہ کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۱۹۱۲ء میں حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ، محدث سورتی وصی احمد علیہ الرحمہ، مولانا سید دیدار علی شاہ رحمہ اللہ کے علاوہ حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ بھی شریک تھے اور آپ نے خطاب بھی فرمایا۔

علامہ نے جب اس جلسہ کی روداد مرتب فرمائی تو پہلے صفحہ پر لکھا "تمام مواعظ پر الگ الگ تبصرہ

۱: مہر منیر باب ۴ صفحہ ۱۲۷

۲: مہر منیر باب ۲ صفحہ ۲۷

۳: سیدی ضیاء الدین احمد جلد ۲ صفحہ ۱۶۳

۴: تقریر دل پذیر طبع انجمن نعمانیہ لاہور

کرنے کی اس رسالے میں گنجائش نہیں البتہ اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ عالی جناب قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حاجی سید صوفی پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف کی آمد اور ان کی عالمانہ و صوفیانہ تقریر نے جلسہ کو وہ رونق بخشی کہ سال ہائے گزشتہ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ کی تقریر اگرچہ کئی رسائل و اخبارات میں شائع ہو چکی ہے مگر ہم نہیں چاہتے کہ ہمارا رسالہ ایسی متبرک تقریر سے خالی رہے اس لیے اس تقریر کو تیمناً و تبرکاً شامل کرتے ہیں۔"

اس کے بعد علامہ نے جب حضرت سیدی وسندی قبلہ عالم گولڑوی کی تقریر نقل کی تو اس کے آغاز میں تعارفی کلمات یوں لکھے: "خلاصہ تقریر دل پذیر عالی جناب حاجی الحرمین الشریفین اعرف العرفاء اکمل الکملاء حضرت پیر سید مہر علی شاہ چشتی نظامی قادری سجادہ نشین گولڑہ شریف"[1] علامہ پروفیسر اصغر علی روحی رحمہ اللہ: شیخ اجل عارف اکمل ہادی سبل رشاد قامع البدعت والالحاد والا دستگاہ حضرت سید پیر مہر علی شاہ۔[2] مولانا سید احمد علی شاہ بخاری رحمہ اللہ: حضرت اقدس، محی السنہ، قامع البدعہ، مجدد ایں زمان، راہنمائے سالکاں اعنی سیدی وسندی پیر مہر علی شاہ افاض اللہ من فیوضاتہ۔[3]

مولانا ابولبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ: میں گولڑا شریف حاضر ہوا۔ اس سے پہلے کئی مشائخ کی مجالس میں حاضر ہو چکا تھا مگر جو منظر یہاں دیکھا وہ کہیں دیکھنے میں نہ آیا۔ بڑے بڑے علماء دوزانو ہو کر بیٹھے ہیں۔ آپ کی طرف کوئی نگاہ اٹھانے کی تاب نہیں رکھتا۔ آپ کچھ فرماتے ہیں تو تمام ہمہ تن گوش ہو کر سنتے ہیں اور نگاہیں نیچی کیے ہوئے بڑے ادب سے اپنی گذارشات پیش کرتے ہیں۔[4]

مولانا امام الدین چشتی گجراتی قدس سرہ: عالم علوم دینی و یقینی، حاجی الحرمین الشریفین، معارف و حقائق دستگاہ پیر مہر علی شاہ مدظلہ بعد حصول خلافت مکہ مکرمہ جا کر زیارت کعبہ سے

---

[1]: ماہ نامہ انجمن نعمانیہ لاہور شمارہ نومبر ۱۹۱۲

[2]: رسالہ الہدیٰ بابت ذوالقعدہ ۱۳۲۱ھ

[3]: ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۱

[4]: مہر جہاں تاب، صفحہ ۶۵

مشرف ہوئے اور زیارت نبوی سے مشرف ہوئے سفر حج میں صدہا آدمی بیت اللہ شریف میں اور مدینہ طیبہ اور دوسرے مقامات پر آپ سے مرید ہوئے ہیں۔ ہزاروں بندگان خدا کو آپ کی بدولت ہدایت عطا ہوئی ہے۔ آپ کے اکثر مرید اہل ذوق وشوق دیکھے جاتے ہیں۔ آپ کی نگاہ کی یہ تاثیر ہے کہ جس طرف نگاہ فیض سے دیکھتے ہیں مست الست کر دیتے ہیں۔[۱]

حضرت کرم الدین دبیر رحمہ اللہ: حضرت قبلہ خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب مدظلہ سجادہ نشین گولڑہ شریف اوج کمال کے نیر تاباں اور سپہر علم وعرفان ہیں مہر درخشاں ہیں۔ اسلام واسلامیان کو آپ کی ذات والا پر ناز ہے آپ ہی وہ مقدس ہستی ہیں جن کو شرفِ حسب ونسب کے علاوہ جملہ علوم ظاہریہ وباطنیہ میں کمال حاصل ہے۔ خلق خدا آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہو رہی ہے اور عقیدت مندان دربار عالیہ کے سایہ عاطفت میں دینی ودنیوی برکات سے مالا مال ہو رہے ہیں۔

آپ ہی نے لاہور شاہی مسجد میں رونق افروز ہو کر حق کا جھنڈا بلند کیا اور دعوے دار نبوت ورسالت مرزائے قادیان کو میدان میں مقابلہ کے لیے للکارا۔ لیکن آپ کے علمی تبحر اور مسلم الثبوت کمالات سے دہشت زدہ ہو کر قادیانی کو سوائے قادیان کی چاردیواری میں مختفی ہونے کے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔۔ ایزد متعال ہمارے غوث وقت قطب زمان حضرت پیر صاحب کا ظل ہمایوں دیر تک متوسلین دربار کے سروں پر قائم رکھے۔[۲]

حضرت علامہ نظام الدین ملتانی رحمہ اللہ: حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب فاضل اجل، علامہ بے بدل، ابوالبیان نے کتاب اعجاز المسیح کی کئی اغلاط نوٹ کیں۔[۳]

حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ میانوی رحمہ اللہ: علمائے اسلام مسئلہ حیات مسیح پر مناظرہ

۱: مرآۃ السالکین صفحہ ۱۷۰-۱۷۱

۲: تازیانہ عبرت صفحہ ۳

۳: سلطان الفقہ جلد ۳ صفحہ ۶۳

کرنے سے جھجکتے تھے مگر جب زبدۃ المحققین رئیس العارفین مرکز الھدایت محور الولایت مولانا و مرشدنا حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی لازالت فیوضھم نے کتب ذیل شمس الھدایہ، حجۃ اللہ البالغہ علی شمس البازغہ، فیوضات مہریہ تالیف فرمائیں تو اس وقت سے اسلامی جماعت کے علماء کے بازو اس موضوع پر مناظرہ کرنے کے لیے ہمیشہ کے لیے قوی ہو گئے۔[۱]

حضرت مولانا بابو پیر بخش لاہوری رحمہ اللہ: انجمن تائید الاسلام کی اشاعت ۱۹۱۷ء کے سرورق پر لکھا: "حجۃ اللہ البالغہ یعنی سیف چشتیائی مصنفہ علامہ زماں قطب دوران حضرت خواجہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب زاد اللہ فیوضھم۔ دنیا بھر کے علماء نے تسلیم کیا ہے کہ عالمانہ نظر میں مرزا قادیانی کا رد اس سے بہتر نہیں لکھا گیا"۔[۲]

حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی قدس سرہ نہ صرف اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم، محدث اور عارفِ کامل تھے بلکہ ان کے علم و فضل، روحانیت اور مجاہدانہ خدمات کا اعتراف اُن کے معاصر جلیل القدر علما و مشائخ نے کھلے دل سے کیا۔

خواجہ شمس الدین سیالوی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، امام احمد رضا خان بریلوی، محدث سورتی، اور دیگر بلند پایہ شخصیات نے جس طرح حضرت عالم گولڑوی کے علمی و روحانی مقام کا برملا اعتراف کیا اور ان کی قیادت پر اعتماد کیا، خاص طور پر فتنۂ قادیانیت کے مقابلے میں ان کی جرأت و بصیرت کو سراہا۔ یہ آراء اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ حضرت مہر علی شاہ قدس سرہ اپنے وقت کی مسلمہ مقتدر اور جامع الصفات ہستی تھے جن پر اہل علم و عرفان نے بجا طور پر اعتماد کیا۔ اللہ آپ کے فیوضات کو تا قیامت دوام بخشے اور ہمیں آپ سے مستفید و مستفیض فرمائے!

۱: الظفر الرحمانی صفحہ ۵

۲: عقیدہ ختم نبوت جلد ۱۵

گذشتہ سے پیوستہ

مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی و مذہبی خدمات

حاجی تنویر احمد قادری مرحوم

جب ۴ جولائی ۱۹۷۷ء کی شب فوج کے جرنیلوں نے ٹیک اوور کیا اور ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا تو اُسی شب گرفتار ہونے والے سیاست دانوں میں مولانا شاہ احمد نورانی بھی شامل تھے۔ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد حکومت نے جمعیت علمائے پاکستان میں انتشار پیدا کرنے اور اُسے توڑنے کی سازشیں شروع کر دیں۔ اس وقت مولانا شاہ احمد نورانی کی کوشش یہی تھی کہ جمعیت کو گروہ بندی سے بچایا جائے۔ جناب محمد علی صاحب ''نورانی سیاست'' صفحہ نمبر ۱۱۳ پر لکھتے ہیں کہ

> ''جمعیت العلمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی اپنے غیر لچک دار طرزِ عمل (نہ جھکنے والے، نہ بِکنے والے) رویے کی وجہ سے حکومتی عناصر کے نزدیک ناپسندیدہ سمجھے جاتے تھے۔ اسی لیے جمعیت العلمائے پاکستان کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے قریبی حلقے اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس گہری سازش کا منتہائے مقصود جمعیت العلمائے پاکستان کے تنظیمی ڈھانچے کو توڑنا تھا۔ ان حلقوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ حکومت کی وفادار جماعت اسلامی اس سازش میں اہم کردار ادا کر رہی تھی۔''

پاکستان کی سیاسی تاریخ میں یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ ہر دور میں اہلِ اقتدار کی کوشش یہی رہی ہے کہ وزارتی عہدوں کے ذریعے سیاسی وفاداریاں تبدیل کرائی جائیں اور مؤثر و فعال سیاسی عمل کا راستہ

روکا جائے۔ لیکن جہاں تک مولانا شاہ احمد نورانی اور آپ کے رفیقوں کا تعلق ہے تو آپ اور آپ کی جماعت نے اعتدال وتوازن کو اپنا مطمع نظر بنایا ہے۔ آپ نے بحالی جمہوریت کی تحریک ایم آر ڈی کی گھیراؤ جلاؤ کی پالیسیوں کی کھل کر مخالفت کی۔

محمد علی صاحب ''نورانی سیاست'' صفحہ نمبر ۱۱۳ پر لکھتے ہیں:

''مولانا شاہ احمد نورانی ایم آر ڈی میں گھیراؤ جلاؤ کے عنصر کی پالیسیوں سے اختلاف رکھتے ہیں۔ وہ ایک آزاد ملک کی غیر جانبدارانہ پالیسی کے حامی ہیں۔ اس لیے قومی مفاد اِن کے نزدیک زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔''

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی اور آپ کی جماعت نے مارشل لاء دور میں ۱۹۸۵ء میں پیش ہونے والے دستور کی بھی مخالفت کی کیونکہ ۱۹۸۵ء کا آئین وفاقی تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں تھا۔ اسی لیے ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو جمعیت العلمائے پاکستان نے انتخابات کا بائیکاٹ کیا۔ انقلابِ افغانستان کے دوران حکومت کی غلط خارجہ پالیسی پر بھی آپ نے بے باکانہ انداز میں تنقید کی۔ جناب ادیب جاودانی صاحب کوانٹرویو دیتے ہوئے جو کہ ''نورانی سیاست'' کے صفحہ ۶۵ موجود ہے

''آپ کے سوال کا تفصیلی جواب دینے کے لیے مجھے حکومت کی خارجہ پالیسی کا تذکرہ کرنا پڑے گا اور یہ شاید آپ سب کچھ چھاپ نہ سکیں گے۔ ہمیں روس اور امریکہ کے سیاسی مفادات کی جنگ میں امریکہ کا ہتھیار نہیں بننا چاہیے۔ روس کو افغانستان میں بیٹھے رہنے کا جواز خود ہم نے مہیا کر رکھا ہے۔ ہم کابل انتظامیہ کے ساتھ افغان پناہ گزینوں کے مسئلے کو نپٹا لیں اور افغانستان کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی سے باز رہیں تو روس کے پاس افغانستان میں مورچہ بند رہنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہے گا۔''

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی نے پاکستان میں مرزائیت کی بھی مخالفت کی۔ دوست محمد فیض صاحب ''نورانی سیاست'' میں آپ کے ساتھ کیے گئے ایک انٹرویو کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’مولانا نورانی نے جواباً مرزائیت کو ملک کا سنگین ترین فتنہ قرار دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ امریکہ کے صدارتی انتخابات میں جو کردار یہودی ادا کرتے ہیں بعینہٖ وہ کردار مرزائیوں نے یہاں ادا کیا۔ مرزائیوں کو یہودیوں سے تشبیہ دینا بظاہر عجیب سا لگتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ مرزائی مشن تل ابیب میں موجود ہے۔ پاکستان اور اسرائیل کے درمیان ہر قسم کے سیاسی اور تجارتی تعلقات منقطع ہیں اس کے باوجود احمدی تل ابیب میں کیا کر رہے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسرائیلی حکومت جو مسلمانوں کو جڑ سے مٹانے پر تلی ہوئی ہے اور بیت المقدس پر قبضہ کر کے مسلمانوں کے آثار تک کو ختم کر دینے کے درپے ہے، وہ اس مشن کی سرپرستی کیوں کر رہی ہے۔ ایک طرف تو ہم اسرائیل کے وجود تک کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں اور دوسری طرف ہمارے ہی ملک کے ایک مقام ربوہ کے مشن تل ابیب میں قائم ہوں۔ یہ امر یقین یقیناً تشویشناک بلکہ افسوسناک ہے۔ مولانا نورانی نے اس شبہ کا بھی اظہار کیا کہ اسرائیل میں موجود اس مشن کے ذریعے سرمایہ بھی آتا ہے۔ اُسے پچھلے دنوں پاکستان کے انتخابات میں خرچ کیا گیا۔ یہ بات اس لیے بھی بعید از قیاس نہیں کہ جس مرزائی جماعت کا مشن تل ابیب میں قائم ہے اُس کے اراکین نے پاکستان کے انتخابات میں حصہ لیا تھا۔ ظاہر ہے کہ جماعت (مرزائی) کے تمام مشنوں نے ان تمام امیدواروں کی مدد کی ہوگی۔‘‘

الغرض مولانا شاہ احمد نورانی صاحب کی طویل سیاسی زندگی کی حقانیت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آج کے ناہموار سیاسی میدان میں وہ حضرات بھی موجود ہیں جو اسوہ حسنہ کو مشعل راہ بنائے ہوئے ہیں۔ آج بھی آپ بحیثیت ’’ملی یکجہتی کونسل‘‘ اور ’’جمعیت العلمائے پاکستان‘‘ کے سربراہ کی حیثیت سے نظامِ مصطفیٰ اور مقامِ مصطفیٰ کے تحفظ کے لیے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آج بھی آپ ملک گیر سیاسی و مذہبی جماعت کے صدر کی حیثیت سے لوگوں کے دلوں کی دھڑکن ہیں۔

منشور جمعیت العلمائے پاکستان: کسی کی بھی سیاسی جماعت کو سمجھنے اور اُس کے نصب العین سے آگاہی حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا منشور اور قومی اور بین الاقوامی امور پر اُس جماعت کی شائع شدہ دستاویزات کا مطالعہ کیا جائے۔

ابتدائیہ: جمعیت علماء پاکستان کے اراکین اپنے اس عقیدے کا اعلان کرتے ہیں کہ ایک اللہ تعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اسی کا حکم پوری انسانیت کیلیے واجب التعمیل ہے۔

حضور اکرم نورِ مجسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے اخری نبی ہیں جن کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ایمان کا سرمایہ ہے اور مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحفظ اور عظمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاسبانی ہمارا دینی فریضہ ہے۔ ہم پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ کے علمبردار ہیں جس کی بنیاد خلافت علیٰ منہاج النبوت (یعنی خلافت راشدہ) ہے۔

ہمارے نزدیک اسلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو زندگی اور آخرت کے ہر پہلو میں ہر لحاظ سے غیر مشروط طور پر اپنانے اور نافذ کرنے کا نام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی تعبیر سے متعلق ہر اختلاف سلف صالحین کی فقہی رہنمائی میں اجماع سے طے کرنا واجب ہے۔ قرآن مجید یا اسلام کی کوئی ایسی تعبیر ناقابل قبول نہیں ہوگی جو خاتم النبیین یا فقہ حنفیہ سے انحراف کر کے پیش کی جائے۔ ہم پاکستان کے روشن مستقبل پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ یہ سرزمین اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قدرتی وسائل سے مالا مال ہے۔ ان وسائل کو ملک اور قوم کی بہتری کے لیے جاں فشانی اور دیانت داری سے بروئے کار لانا ضروری سمجھتے ہیں جنہیں بدقسمتی سے پامال کیا جارہا ہے۔ لہٰذا ہم عہد کرتے ہیں کہ:

ہم اس ملک میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا تاخیر نافذ کریں گے تا کہ تمام ناروا پابندیوں، خوف و ہراس، معاشی بدحالی اور معاشرتی حقوق کا تحفظ ہو سکے۔

(جاری ہے)

گذشتہ سے پیوستہ

فکرِ اقبال کا ایک نادر مخفی مآخذ

سید محمد انور شاہ قادری بخاری

(ریٹائرڈ) لائبریرین گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر ۳ پشاور شہر

قلوب کے پوشیدہ احوال سے آگاہی: حضرت شیخ عارف شیبانی فرماتے ہیں کہ بغداد میں جب حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کا شہرہ ہوا تو بغداد کے سو مشہور فقیہ و دانا جمع ہوئے کہ ہر ایک مختلف علوم وفنون میں سے ایک ایک مشکل سوال ان سے پوچھیں گے تاکہ انہیں لوگوں کے سامنے لاجواب کر سکیں۔ پھر وہ آپ کی مجلس وعظ میں آئے۔ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے مراقبہ فرمایا اور آپ کے سینۂ اقدس سے نور کی ایک ایسی تجلی چمکی جس سے وہ لوگ بے قرار ہو گئے، چیختے چلاتے ہوئے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور عمامے سروں سے اتار کر آپ کی قدم بوسی کرنے لگے۔ ساری مجلس میں ایک شور برپا ہو گیا جس سے پورا بغداد گونج اٹھا۔

تب حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ہر ایک کو اپنے سینے سے لگایا اور اسے فرمایا تم فلاں سوال دل میں لے کر آئے تھے اس کا جواب یہ ہے۔ اسی طرح سب کے سوالات کے جوابات دیے اور مجلس ختم ہو گئی تو راوی شیخ عارف شیبانی فرماتے ہیں میں ان فقہاء سے ملا اور اُن سے اُن کے احوال دریافت کیے تو انہوں نے بتایا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سینۂ مبارک سے نکلنے والی تجلی سے ہمارے تمام علوم سلب ہو گئے تھے۔ پھر جب آپ نے ہمیں گلے لگایا تو ہمارے علوم بھی ہمیں واپس کر دیے گئے۔[۱] بقولِ اقبال

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

۱: بہجۃ الاسرار، صفحہ ۲۷۵-۲۷۶

بیماروں کو شفاء عطاء فرمانا: حضرت سید علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بغداد کے ایک تاجر ابو غالب نے حضور غوث اعظم کی دعوت کی اور بغداد کے تمام بڑے بڑے علماء و مشائخ کو بھی مدعو کیا۔ دستر خوان لگا دیا گیا اور ایک بڑا صندوق بھی لا کر رکھ دیا گیا۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے مراقبہ کیا اور مجھے اور شیخ ابوالحسن قرشی سے فرمایا کہ صندوق کھولو۔ جب ہم نے اسے کھولا تو اس میں ابو غالب کا بیٹا تھا جو مادر زاد اندھا، برص کا مریض اور فالج زدہ تھا۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا! **قم باذن اللہ**۔ تو وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور صندوق سے باہر نکل کر دوڑنے لگا۔ یہ صورتحال دیکھ کر ساری مجلس میں شور و غل برپا ہو گیا۔[۱]

رب تعالیٰ سے ہم کلامی: اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی ہم کلامی فرمائی ہے۔ یہ کلام ربانی ایک رسالہ میں محفوظ ہے جسے ''الہاماتِ غوثِ اعظم'' کہا جاتا ہے۔ یہ رسالہ کئی دیگر ناموں سے بھی موسوم ہے جیسے الہامات غوثیہ، رسالہ معرفت، مقالاتِ غوث الصمدانی، سلوک قادریہ، اور فیوض سبحانی وغیرہ۔ علم و ادب کی دنیا میں اس کی دو شروحبڑی مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک سلسلہ عالیہ چشتیہ کے عظیم روحانی شخصیت سید محمد گیسو دراز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''جواہر العشاق'' کے عنوان سے فارسی میں قلم بند فرمائی جب کہ دوسری حضرت ملک شاہ صدیقی نے ''نشاط العشاق'' کے نام سے لکھی۔ ان دونوں کا اردو ترجمہ حضرت علامہ مولانا قاضی عبد الصمد صاحب فاروقی قادری چشتی نے کیا ہے جو ادارہ معارف اسلامیہ کراچی سے ۱۹۵۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں ۶۳ الہامات موجود ہیں جو اسرار و رموز اور علم و معرفت کا بیش بہا سمندر ہیں۔

''ضربِ کلیم'' میں علامہ ان الہامات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

ہو بندۂ آزاد اگر صاحبِ اِلہام
ہے اس کی نگہ فکر و عمل کے لیے مہمیز

---

[۱] ایضاً صفحہ ۱۷۶

اس کے نفس گرم کی تاثیر ہے ایسی
ہو جاتی ہے خاکِ چمنستاں شرر آمیز
شاہیں کی ادا ہوتی ہے بلبل میں نمودار
کس درجہ بدل جاتے ہیں مُرغانِ سحر خیز
اُس مردِ خود آگاہ و خدا مست کی صحبت
دیتی ہے گداؤں کو شکوہِ جم و پرویز

عصائے موسوی اور عصائے غوث اعظم: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم بنی اسرائیل کو راتوں رات فرعون کے مظالم سے بچانے کے لیے نکالا تو فرعون بھی اپنی فوج لے کر ان کے پیچھے چل پڑا۔ اب سامنے بحر قلزم ہے اور پیچھے فرعون اور اس کا لشکر آ رہا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصاء بحر قلزم پر مارا تو پانی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور دریا کی خشک تہہ نظر آنے لگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر بخیریت اس سے گزر گئے۔ فرعون پیچھا کرتے ہوئے آیا تو اس نے بھی اپنی فوجیں سمندر میں اتار دیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی دوبارہ جاری ہو گیا جس میں فرعون مع اپنے لشکر غرق ہو گیا۔

اس سے ملتی جلتی کرامت حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی حضرت شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمائی ہے کہ

''تحقیق الاولیاء فی شانِ سلطان الصفیاء'' میں مشائخ سے منقول ہے کہ

''ہم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کشتی میں سوار تھے۔ ہم میں سے ایک آدمی فوت ہو گیا۔ ہم نے ارادہ کیا کہ اس کے جسد کو دریا میں ڈال دیں۔ مگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تصرف سے دریا کو خشک کر دیا پس ہم نے اس کے لیے قبر کھودی اور اس کو دفن کر دیا تو پانی جاری ہو گیا اور کشتی بلند ہو گئی۔[۱]

[۱]: ۱۔ نصیر الدین ہاشمی، جمال غوثیہ مذکورہ بالا صفحہ ۱۲۸

علامہ اقبال نے متعدد اشعار میں ان واقعات کی طرف اشارہ فرمایا ہے مثلاً

پیش فرعوناں بگو حرفِ کلیم
تا کند ضرب تو دریا را دو نیم

یعنی اپنے زمانے کے فرعونوں کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند حق گوئی اختیار کرو تاکہ تمہاری ضرب سے بھی دریا دو ٹکڑوں میں بانٹ سکے۔

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

حضرت شیخ ابی عبدالملک ذیال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ۵۶۰ھ میں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں تھا۔ آپ اپنے گھر سے نکلے اور آپ کے ہاتھ میں عصا تھا تو میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش آپ اس عصا میں مجھے کوئی کرامت دکھائیں تو آپ نے میری طرف دیکھا اور مسکرائے اور اس عصا کو زمین میں گاڑ دیا تو وہ روشن ہو گیا اور اس کا نور آسمان کی طرف چڑھتے ہوئے نظر آیا اور تمام فضا اس کے نور سے روشن ہو گئی۔ ایک گھنٹہ تک یہی صورتحال رہی پھر آپ نے اس کو نکالا تو وہ حسب معمول عصا تھا۔ پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے ذیال تم نے یہی چاہا تھا؟[1]

اقبال فرماتے ہیں

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضاء لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

(ختم شد)

۱: ابوالحسن شطنوفی، بہجۃ الاسرار مذکورہ بالا، صفحہ ۲۲۱

مشغول شو در ذکر ھُو

شیخ احمد جام نامقی رحمہ اللہ

ہر روز باشی صائماً ہر لیل باشی قائماً
در ذکر باشی دائماً مشغول شو در ذکر ھُو

گر عیش خواہی جاوداں عزت بخواہی در جہاں
ایں ذکرِ ھُو بر آں بخواں مشغول شو در ذکر ھُو

سُودے ندارد خفتنت ناچار باید رفتنت
در گور تنہا ماندنت مشغول شو در ذکر ھُو

ھُو ھُو بذکرش ساز کُن نامِ خدا آغاز کن
قفل ز سینہ باز کن مشغول شو در ذکر ھُو

علم بخوانی باعمل فردا نہ باشی تا خجل
در پیشِ قادر لم یزل مشغول شو در ذکر ھُو

ہر دم خدا را یاد کن دلہائے غمگین شاد کن
بلبل صفت فریاد کن مشغول شو در ذکر ھُو

مسکین احمد مرد شو در جملہ عالم فرد شو
در راہِ حق چوں گرد شو مشغول شو در ذکر ھُو

گذشتہ سے پیوستہ

سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ

ایک ہم درس کی نظر میں

الحاج صوفی مشتاق احمد صاحب صدیقی مرحوم ایک مایہ ناز ماہر تعلیم تھے۔ آپ بانی مدیر اعلیٰ ''الحسن'' کے ہم جماعت، ہم درس اور رفیق تھے۔ لڑکپن سے لے کر عمر کے آخری ایام تک محبت والفت کا یہ رشتہ قائم رہا۔ آپ کی زندگی، افکار وخیالات اور قطب عالم حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بیتے وقت کے حوالہ سے آپ کی زریں یادوں سے قارئین ''الحسن'' کو مستفید کرنے کی غرض سے جب ادارہ ''الحسن'' نے انہیں انٹرویو کرنے کے لیے رابطہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ''آپ ایک مفصل سوال نامہ مجھے دے دیں، میں پڑھ کر ان کے جوابات تحریر کر دوں گا۔'' چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اب ان کا یہ تحریری انٹرویو قارئین کے پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

مولوی جی اور صحافت: مجلہ ''الحسن'' پشاور کا اجراء مولوی جی کی صحافتی بالغ نظری کا ثبوت ہے۔ سن ۱۹۵۴ء اس رسالہ کی اشاعت کا آغاز ہوا۔ یہ پرچہ اگرچہ ضخامت کے لحاظ سے قدرے مختصر ہے لیکن مضامین کی تنوع اور جامعیت کے لحاظ سے منفرد اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں دینی اور روحانی مسائل، سماجی ومعاشی، ملکی اور بین الاقوامی امور اور حالاتِ حاضرہ پر بے لاگ تبصرے غرضیکہ ہر ذوق کی پسند کے مضامین زیور طبع سے آراستہ کیے جاتے ہیں۔ رسالہ ''الحسن'' کیا ہے؟ مختصر الفاظ میں اسے معلومات کا انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو مناسب ہوگا۔ اس میں وہ سب کچھ ہے جو ہر شخص کے لیے جاننا ضروری ہے مثلاً

۱: تفسیر القرآن الحسنیہ کے سلسلے میں طالبانِ علم کے لیے حل لغات اور تفسیر ثقہ علماء کرام اور صاحبانِ طریقت اور مفکرین کے نقطۂ نظر سے سادہ اور عام فہم الفاظ میں رقم کی جاتی ہے۔

۲: بزرگانِ دین کے حالات زندگی اور تعلیمات کا حسین خاکہ نظر قارئین کیا جاتا ہے۔

۳: دینی شعائر مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ تراویح، اعتکاف، صدقہ اور قربانی وغیرہ کے مسائل کی تشریح کی جاتی ہے۔

۴: دینی وسیاسی قائدین نیز ماہرین تعلیم کے افکار پر مبنی انٹرویوز شائع کیے جاتے ہیں جنہیں پڑھ کر نہ صرف عوام کو حقائق سے آگاہی ہوتی ہے بلکہ اہل دانش وبینش کی معلومات میں قابل قدر اضافہ ہوتا ہے۔

۵: مختلف دینی مسائل پر استفتاء کے محققانہ جوابات فقہ حنفی کی روشنی میں تحریر کیے جاتے ہیں جن سے عقائد میں صحت اور اعمال میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔

۶: سید الانبیاء امام المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المرسلین، سرور دنیا و دین آقائے نامدار جناب احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کی توضیع وتشریح قرآن و احادیث کی روشنی میں نیز مشاہیر عالم اور مفکرین کی آراء کے نقطۂ نظر سے پیش کی جاتی ہے جس کے طفیل سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عقیدت ومحبت رکھنے والے عاشق ثناء خواجہ کے نشے میں سرشار ہو کر کیف کے عالم میں جھومنے لگتے ہیں۔

مولوی جی بحیثیتِ مدرس: مولوی جی جب قرآن وحدیث کا درس دیتے تو اپنے ذی الاحترام اساتذہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے انتہائی جامع اور دلپذیر انداز میں وضاحت کرتے۔ ان کی نگاہِ دوررس میں اگر ایک طرف شریعت مطہرہ کی باریکیاں ہوتیں تو دوسری جانب طریقت کی روح پرور انوار وتجلیات کی جلوہ سامانی ہوتی۔

دوران تدریس کسی مسئلہ کی وضاحت کی ضرورت محسوس کرتے تو نہایت عالمانہ فہم و بصیرت اور فقیہانہ تدبر وتفکر کے ساتھ مسئلہ کی عقدہ کشائی کرتے ہوئے تصوف وطریقت کے سانچے میں ڈھال کر پیش کرتے اور اگر سلوک ومعرفت کے کسی نکتے کی گرہ کشائی مطلوب ہوتی تو اسے نہایت احسن طریقے

سے شریعت مطہرہ کا لبادہ پہنا کر سامعین اور ناظرین کو مستفید و مستفیض فرماتے۔

طرز تدریس میں شریعت وطریقت کا یہ حسن امتزاج مرہونِ منت ہے۔ایک طرف حضرت مولانا حافظ علی احمد جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مفکرانہ موشگافیوں پائی جاتی ہیں جن میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عکس جمیل پایا جاتا ہے تو دوسری طرف حضرت مولانا گل فقیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے جید و فاضل علماء کرام کی محققانہ کاوشوں کا ذکر کرتے ہیں جن میں تحقیق کی چاشنی پائی جاتی ہے۔

شریعت اور طریقت کی ہم آہنگی مولوی جی کے درس کی نمایاں خصوصیت ہے جو شاید آج کل کے علماء کرام میں کم کم پائی جاتی ہے۔آپ کے درس کے فیض یافتہ حضرات کے دل و دماغ شریعت وطریقت کی دلنواز خوشبوؤں سے معطر ہیں۔ وہ شریعت کو طریقت کے زیر سایہ پروان چڑھانے کے زبردست داعی ہیں اور طریقت کو شریعت کے تقاضے پورے کیے بغیر کامیاب و کامران تصور نہیں کرتے۔ یہی وہ احساسات وجذبات ہیں جو مولوی جی اور ان کے فیض یافتہ عقیدت مندوں کو عام علماء کرام اور طالبانِ علم وحکمت کے مقابلے میں امتیازی مقام عطاء کرتے ہیں۔اسی لیے ان کا ماٹو ہے

در کفے جام شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے ندارد جام و سنداں باختن

مولوی جی بحیثیتِ سیّاح: دوسرے عارفانِ باصفا کی مانند مولوی جی کو بھی بزرگانِ سلف کے مزارات پر حاضر ہو کر ان سے روحانی طور پر فیوض و برکات حاصل کرنے کا شوق پا بہ رکاب رکھتا۔اسی تمنا کی تکمیل کی خاطر آپ نے متعدد بار بلادِ اسلامیہ کے دورے کیے۔

۱: سن ۱۹۴۶ء میں آپ کشمیر جنت نظیر تشریف لے گئے۔ وہاں بزرگانِ سلف کے مزارات پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کی اور مشائخ وقت کے ساتھ طریقت کے اسرار و رموز پر عارفانہ انداز میں تبادلۂ خیالات کرتے رہے۔

۲: اسی طرح ۱۹۶۹ء میں سڑک کے راستے افغانستان، ایران، عراق، کویت سے ہوتے ہوئے حجاز مقدس

پہنچ کر حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ پھر کچھ عرصہ مدینہ منورہ میں قیام کر کے روضۂ رسول مقبول ﷺ پر روزانہ حاضری کا شرف حاصل کرتے رہے۔ واپسی پر بغداد میں مختصر قیام کر کے حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔

۳: ۱۹۷۰ء میں مولوی جی بذریعہ سڑک دوبارہ عازمِ حجاز ہوئے۔ یوں آپ کو دوسری مرتبہ حج بیت اللہ شریف کی سعادت نصیب ہوئی اور ساتھ ہی بارگاہِ سرکار مدینہ ﷺ پر حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا۔

۴: سن ۱۹۷۱ء میں تیسری مرتبہ پھر خشکی کے راستے حج بیت اللہ شریف کیا اور بارگاہ رسالتِ مآب ﷺ پر پہنچ کر عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کیے۔

۵: چوتھی مرتبہ ۱۹۸۷ء میں شاہ مدینہ کی طرف سے پھر بلاوہ آیا اور مولوی جی لبیک یا رسول اللہ کہتے ہوئے عازمِ حجاز مقدس ہوئے۔ بیت اللہ شریف حاضری کا فریضہ ادا کیا اور سید الثقلین ﷺ کے حضور حاضری کا شوق بھی پورا کیا۔

۶: ۱۹۸۹ء میں پانچویں مرتبہ پھر اس مبارک سفر کا ارادہ کیا۔ اس مرتبہ آپ کی زوجہ محترمہ، چھوٹی صاحبزادی اور چھوٹے صاحبزادے عازمِ سفر ہوئے۔ ساداتِ کرام کا یہ چھوٹا سا قافلہ پہلے بغداد میں قیام پذیر ہوا اور سیدنا غوث الثقلین کے روضۂ مبارک پر حاضر ہو کر عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کیے۔ مولوی جی نے پھر اپنے صاحبزادے سلطان آغہ اور دیگر احباب کی معیت میں عمرہ کے شعائر ادا کئے۔

۷: مولوی جی نے چھٹی مرتبہ ۱۹۹۴ء میں اپنے اہل خانہ اور کئی احباب کے ساتھ عمرہ کی سعادت حاصل کی۔

سیاست سے وابستگی: مولوی جی علماء کرام کے ایک محترم اور مقتدر طبقے کے ساتھ وابستہ ہیں اور خاندانی سلسلہ و سلوک و معرفت کے لحاظ سے بلند مرتبت قادری گیلانی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہٰذا تحریک آزادی کی جد جہد کے سلسلے میں آپ نے جمعیت علماء پاکستان میں شمولیت اختیار کی کیونکہ اس جمعیت کے علماء کرام نہ صرف دینی علوم کے متبحر عالم ہیں بلکہ اولیاء کرام کے ساتھ ان کی روحانی وابستگی بھی

اظہر و بین الشمّس ہے۔آپ کی شمولیت سے جمعیت علماءِ پاکستان کی عوامی مقبولیت میں روزافزوں اضافہ ہوا کیونکہ مولوی جی اوران کے خاندان کے بزرگوں کے مریداورعقیدت مندنہ صرف صوبہ سرحد کے طول وعرض بلکہ پنجاب اورسندھ کے اکثر علاقوں میں کثرت سے موجود ہیں۔اسی عوامی اثرورسوخ اورمقبولیت کی بنا پرآپ کو جمعیت علماء پاکستان کی صوبہ سرحد کی جمعیت کی صدارت کا عہدہ پیش کیا گیا جوآپ نے بطیب خاطر قبول کرلیااورآزادی وطن کے لیے سیاسی جدوجہد میں اپنا کردارادا کیا۔

مولوی جی نے سیرت النبی ﷺ کی تبلیغ واشاعت کے سلسلے میں دینی اداروں کے قیام کے سلسلے میں گرانقدرخدمات سرانجام دیں۔مولوی جی صاحب کے استادمحترم حضرت صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب کورب العزت نے آقائے نامدار سردارانبیاء ﷺ کے ساتھ عقیدت ومحبت کا والہانہ جذبہ عطا فرمایا تھاان کی ہرسانس عشق نبی ﷺ کی آئینہ دارتھی۔قرآن پاک کا درس ہوتا یا مشکوٰۃ شریف کی احادیث کی تشریح جب کبھی حضور پاک ﷺ کا ذکرمبارک آتا توآپ پرایک عاشق صادق کی مانند وجدوکیف کاعالم طاری ہوجاتا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کے اسی جذبۂ صادقہ کا اثر تھا کہ جب کبھی حضورسرکاردوعالم ﷺ کی حیاتِ طیبہ ان کی تعلیمات اوراسوۂ حسنہ کی تبلیغ وتشہیر کے لیے سنجیدہ کوششیں کی جاتیں توآپ اس مبارک جدوجہد میں پیش پیش رہتے۔حضرت صاحبزادہ صاحب کے شاگرداورعقیدت منداس ضمن میں ان کے دست وبازوبن جاتے اوردامے درے اورقدمے قبلہ حافظ صاحب کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی بھرپورکوشش کرتے۔

حافظ صاحب کے اس مبارک کام میں تعاون کرنے والوں میں منجملہ دیگراہالیانِ درس میں مولوی جی صاحب سب سے نمایاں تھے۔سن ۱۹۳۰ء کے اوائل میں دین دارلوگوں کی ایک جماعت نے مجلس سیرت النبی ﷺ کی بنیادرکھی۔حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اوران کے شاگردوں نے اس ضمن میں فعال کردارادا کیا۔کچھ عرصہ مجلس سیرت کے منتظمین میں اہل حدیث حضرات نے کثرت سے شمولیت اختیار کی توقبلہ حافظ صاحب نے مجلس سیرت سے علیحدگی اختیارکی۔

سن ۱۹۲۶ء میں حافظ صاحب کی مساعی جمیلہ سے مجلس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داغ بیل ڈالی گئی۔ چنانچہ اسی سال حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کی تشہیر و تبلیغ کی خاطر عاشقان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جلوس کا اہتمام کیا۔ یہ جلوس محلہ یکہ توت میں کوچہ آقا پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مولوی جی کی زیر قیادت روانہ ہوا۔ شہر کے مشہور بازاروں سے گزرتا ہوا یہ جلوس حضرت صاحبزادہ علی احمد جان صاحب کی مسجد واقع محلہ بڑھ سر کی گیٹ پر ختم ہوا۔ جلوس میں بڑے بڑے صاحبانِ طریقت مشائخ علماء اور عوام نے بھرپور شرکت کی۔ ان میں آغہ سید تجمل حسین صاحب ابن آقا سید سکندر شاہ صاحب، محترم غلام دستگیر صاحب سجادہ نشین اجمیر شریف اور حضرت سید عبدالستار شاہ صاحب چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ نمایاں تھے۔

جلوس میں مختلف سلسلہ ہائے طریقت کے عقیدت مندوں کی ٹولیاں اپنے سلسلے سے تعلق رکھنے والے علماء کرام اور خلفائے مجاز کی زیر قیادت نعت خوانی اور ذکر الٰہی کا ورد کرتے ہوئے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خراجِ عقیدت و محبت پیش کرتے جاتے تھے۔ جلوس اسی پروگرام کے تحت انوار و برکاتِ الٰہیہ کی تجلیات سمیٹتا ہوا نو بجے شب حافظ صاحب کی رہائشگاہ کے سامنے مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث حنفیہ کی مسجد میں اختتام پذیر ہوا جس کے بعد مسجد میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلسہ نواب افتخار حسین خان ممدوٹ کی زیر صدارت منعقد ہوا۔

اس روحانی مجلس میں برصغیر پاک و ہند کے بلند پایہ عالم، مولانا ابوالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ صوبہ سرحد کے جید عالم دین مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور سیف الاسلام حضرت سید حبیب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سرورِ دنیا و دیں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ کے موضوع پر انتہائی فصاحت و بلاغت اور عالمانہ فہم و بصیرت کے ساتھ روشنی ڈالی۔ جلسہ میں پاکستان کے مشہور نعت خوان اعظم چشتی اور پشاور کے دو مشہور نعت خوان حضرات میاں محمد اور فضل احمد نے بارگاہِ رسالت میں انتہائی وجد و کیف کے عالم میں عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کیے۔

(جاری ہے)

تراویح بیس یا آٹھ رکعت

سید مسعود الزمان قادری گیلانی

رمضان المبارک ایک عظیم الشان برکتوں والا مہینہ ہے جس میں مسلمان دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو قیام کرتے ہیں یعنی نماز عشاء کے بعد تراویح پڑھتے ہیں۔ اہل سنت (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کا معمول ہے کہ یہ بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے ہیں جبکہ اہل حدیث (وہابی) آٹھ رکعت تراویح اور وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں اور اپنے آپ کو صحیح اور اہل سنت کو غلط قرار دے کر عامۂ مسلمین کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کر رہے ہیں۔ ہمارے علماء اہلسنت نے اس پر مفصل لکھا ہے۔ زیر نظر مضمون میں ان تحریروں کا ایک خلاصہ اردو میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ماہ رمضان میں) ایک رات مسجد میں (عشاء کے بعد) نماز پڑھی اور صحابہ کرام نے بھی آپ کی اقتداء میں یہ نماز پڑھی۔ اگلی رات کثیر تعداد میں صحابہ کرام جمع ہوئے اور آپ کی اقتداء میں یہ نماز پڑھی۔ پھر تیسری اور چوتھی رات بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہوئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس (مسجد) تشریف نہیں لے گئے۔ جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً میں نے تمہارا شوق وذوق دیکھا اور مجھے تمہارے پاس آنے سے اس اندیشہ نے روکا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور یہ ماہِ رمضان کا واقعہ ہے“ (یہ حدیث شریف بخاری ومسلم دونوں کتابوں میں موجود ہے)

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”التلخیص الجبیر فی احادیث الرافعی الکبیر“ میں لکھتے ہیں کہ ”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو ان دو راتوں میں بیس بیس رکعت نماز تراویح باجماعت پڑھائی۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ ماہِ رمضان میں باہر

تشریف لائے تو صحابہ کرام مسجد کے ایک کونہ میں باجماعت نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا تو عرض کی گئی ان لوگوں کو قرآن یاد نہیں، یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز تراویح ادا کر رہے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا انہوں نے درست کیا اور ان کا یہ عمل بہت اچھا ہے یعنی حضور علیہ السلام نے تراویح پڑھنے کو پسند فرمایا (رواہ ابوداؤد)۔ گویا تراویح پڑھنا عہد رسالت میں بھی صحابہ کرام کا معمول تھا اور حضرت ابی بن کعب انہیں باجماعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت ہے کہ میں رمضان المبارک کی ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی آیا تو لوگ متفرق تھے۔ کوئی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کی اقتداء میں ایک گروہ نماز پڑھ رہا تھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں ان سب کو ایک قاری کے پیچھے جمع کردوں تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ آپ نے ان سب کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع کر دیا۔ (رواہ البخاری، صلاۃ التراویح)۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت کا واقعہ ہے۔

حضرت اعرج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ماہِ رمضان میں قاری پہلی آٹھ رکعتوں میں سورہ البقرہ پڑھا کرتے اور آخری بارہ رکعتوں میں ہلکی قرات کیا کرتے تھے" (رواہ موطا، کتاب الصلوٰۃ فی رمضان)۔ یعنی تراویح بیس رکعت پڑھنے کا ذکر کیا جارہا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں بیان فرماتے ہیں کہ "بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھنا احناف اور شوافع کا مذہب ہے" (المسوٰی شرح موطا)۔ صحاحِ ستہ کے امام حضرت امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعت تراویح ہے جو کہ حضرت عمر، حضرت علی اور دیگر صحابہ کرام سے مروی ہے (رواہ ترمذی، کتاب الصوم)

حضرت علامہ ابن رشد آئمہ مذاہب کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام داؤد ظاہری نے بیس رکعت تراویح کا قیام پسند کیا ہے اور تین وتر اس کے علاوہ ہیں۔ نیز امام مالک نے یزید رومان سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں صحابہ کرام رمضان میں تئیس رکعت (یعنی بیس رکعت تراویح اور تین وتر) کا قیام کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان مبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔(رواہ ابن ابی شیبہ والطبرانی والبیہقی)

حضرت شتیر بن شکل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔''(رواہ ابن ابی شیبہ والبیہقی)

حضرت عبدالعزیز بن رفیع بیان فرماتے ہیں کہ ''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ماہِ رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔(رواہ ابن ابی شیبہ)

مذکورہ بالا روایات سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس رکعت تراویح دو رات تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو با جماعت پڑھائیں اور پھر اس اندیشے کی بدولت نہ پڑھائیں کہ کہیں یہ نماز تراویح بیس رکعت میری امت پر فرض نہ کردی جائے۔

پھر حضرات خلفائے راشدین کے دور میں خصوصاً خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس سنت مبارکہ کو باقاعدہ نظم وضبط کے ساتھ جاری فرمایا اور یہ سلسلہ بعد میں امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے دور تک باقاعدگی سے جاری رہا۔اس طریقہ پر دیگر صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین بھی کاربند رہے یہاں تک کہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام ادریس شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل اور ان کے پیروکار آج تک بیس رکعت تراویح پڑھتے چلے آرہے ہیں یہاں تک کہ مسجد حرام، مکہ مکرمہ اور مسجد نبوی مدینہ منورہ میں گذشتہ چودہ سو سال سے بیس رکعت تراویح ہی پڑھائی جاتی ہیں۔

جہاں تک آٹھ رکعت تراویح کا تعلق ہے اور اہل حدیث کہلانے والے مذکورہ بالا احادیث صحیح کو تسلیم نہیں کرتے بخاری شریف کی اس روایت کو اپنے لیے سند اور حجت بناتے ہیں جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

''مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلىٰ إِحْدَىٰ عَشْرَةَ رَكْعَةً" (رواہ البخاری)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

اس سے یہ لوگ دلیل پکڑتے ہیں کہ آٹھ رکعت تراویح اور تین وتر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔تو ان کی یہ دلیل بالکل غلط ہے اس لیے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس نماز کا ذکر فرما رہی ہیں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک میں پڑھتے تھے اور رمضان المبارک کے علاوہ بھی پڑھا کرتے تھے اور جہاں تک تراویح کا تعلق ہے تو یہ صرف رمضان المبارک میں پڑھی جاتی ہے۔رمضان المبارک کے علاوہ نہیں پڑھی جاتیں۔لہٰذا اس نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ''روایت محمول برنماز تہجد است''۔(فتاویٰ عزیزیہ،جلد ا صفحہ ۱۱۹) یعنی یہ روایت نماز تہجد پر محمول ہے۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں حضرت ابی کعب رضی اللہ عنہ کو آٹھ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا جو ان کا اپنا اجتہاد تھا اور پھر جب انہیں بیس رکعت تراویح کی سند حدیث شریف سے مل گئی تو پھر آپ نے بیس رکعت تراویح پڑھانے کی تاکید فرمائی۔اس کی تفصیلات فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔نیز حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی نے بھی شرح صحیح بخاری میں اس پر مفصل بحث فرمائی ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ آٹھ رکعت کا عمل متروک ہے۔یہاں پر یہ حقیقت مدنظر رہے کہ اس زمانے میں احادیث شریف آج کل کی کتابوں میں یکجا نہیں ملتی تھیں۔ایک ایک حدیث کے لیے بڑی محنت ،تلاش اور جستجو کرنی پڑتی تھی اور بیس رکعت تراویح ہر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔خصوصاً خلفائے راشدین سیدنا حضرت عمر فاروق،حضرت عثمان ذوالنورین اور باب مدینۃ العلم مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی سنت ہے۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ چشم کشا ارشاد مبارک ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ فعلیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین (رواہ ترمذی،ابن ماجہ وابن داؤد) یعنی پس تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین المہدیین کی سنت کو پکڑنا لازم ہے۔ہمارے ان یالوگوں

کی فکر عموماً جن دو شخصیات کے افکار کو اپنے لیے مشعل راہ مانتی ہے ان کا فتویٰ بھی ان کی رہنمائی کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔

۱: شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں

" ثبت ان ابی بن کعب کا یقوم بالناس عشرین رکعة فی رمضان ویوتر بثلاث فرای کثیرا من العلماء ان ذلك هو السنة لانه قام بين المهاجرين والانصار ولم ينكره منكر (اخرجه ابن تیمیه فی مجموع فتاوىٰ، جلد۱ صفحه ۱۹۱)

ترجمہ: ثابت ہوا کہ حضرت ابی بن کعب رمضان المبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ اسی وجہ سے اکثر علماء کرام نے اسے سنت مانا ہے اس لیے کہ وہ مہاجرین اور انصار صحابہ کرام کے درمیان قیام فرما کر انہیں تراویح پڑھاتے تھے اور ان جلیل القدر صحابہ کرام میں سے کسی نے انکار نہیں کیا یعنی ان پر اعتراض نہیں کیا، انہیں اس فعل سے نہیں روکا۔

۲: مجموعہ فتاویٰ نجدیہ میں آیا ہے کہ شیخ عبداللہ محمد بن عبدالوہاب سے تراویح کی تعداد کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کا جواب یوں بیان کیا

ان عمر رضی الله عنه لما جمع الناس على ابی بن كعب كان صلاتهم عشرين ركعة (اخرجه اسماعیل بن محمد فی تصحیح صلاة التراویح عشرین جلد۱، صفحه ۳۵)

ترجمہ: یہ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں لوگوں کو جمع کیا تو وہ انہیں بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

لہٰذا مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ حقیقت ثابت ہوگئی کہ تراویح کی تعداد بیس رکعت صحیح ہے، یہی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور تین حضرات خلفائے راشدین کی سنت سے ثابت ہے۔ چودہ سو سال سے آج تک حرمین شریفین میں بھی بیس رکعت تراویح پڑھانے کا معمول متواتر چلا آرہا ہے۔

تبصرۂ کتب

نوٹ: تبصرۂ کتب کے لیے دو کتابیں ارسال کی جائیں

عنوان: حضرت سیدنا عثمان غنی نمبر (سہ ماہی انوارِ رضا کا خاص شمارہ)

جلد نمبر: ۱۸، شمارہ نمبر ۱

سن اشاعت: ۲۰۲۳ء

صفحات: ۵۴۰

ناشر: انٹرنیشنل غوثیہ فورم، زاویہ قادریہ راجا ٹاؤن جوہرآباد ضلع خوشاب

تبصرہ نگار: سید محمد انور شاہ قادری بخاری

مجلہ ''انوارِ رضا'' کے چیف ایڈیٹر ملک محبوب الرسول صاحب قادری نے زیر نظر شمارہ میں خلیفہ سوم حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حالات و خدمات پر نامور اہل قلم کی نگارشات شامل فرمائی ہیں اور دینی صحافت سے گلہ بھی کیا ہے کہ وہ اس موضوع پر گذشتہ پون صدی سے مجرمانہ غفلت کا شکار چلی آرہی ہے۔ البتہ پندرہ روزہ ''الحسن'' پشاور کے بانی مدیر اعلیٰ حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مجلہ الحسن کی خصوصی اشاعت ''ذوالنورین نمبر'' بابت مارچ ۱۹۹۹ء کی دل کھول کر تعریف کی ہے اور اسے شذرہ (ادارتی نوٹ) کے ساتھ زیر نظر شمارہ کی زینت بنایا ہے۔

برادرم محبوب الرسول صاحب نے تمام پیغامات و مضامین کو دس حصوں میں درج ذیل عنوانات کے تحت مرتب کیا ہے۔

۱: پیغامات: اس حصے میں اہل سنت کے نو جلیل القدر علماء و مشائخ کے پیغامات کو جگہ دی ہے۔

۲: حیات و خدمات (خصوصی گوشہ): یہاں پر چھ اہل قلم کی نگارشات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ پندرہ روزہ ''الحسن'' کے خاص شمارہ کا پورا متن یہاں کمپوز کیا گیا ہے اور مدیر اعلی ''الحسن'' کا مختصر تعارف بھی دیا گیا

ہے۔

۳: تابناک حیات: اس عنوان کے تحت چھ مضامین موجود ہیں جن میں ''شان عثمان بزبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' خصوصی اہمیت کا حامل ہے جو جامعہ محمدیہ سیفیہ ترنول اسلام آباد کے تین اساتذہ کرام کی متفقہ کاوش ہے۔

۴: خدمات جلیلہ: اس موضوع کے تحت نو مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ آخری مضمون کمپوزر کی غلطی سے فہرست مندرجات میں حصہ پنجم ''قرآنیاتم' کے تحت کمپوز ہوا ہے جبکہ اندر کے صفحات میں اپنے اصل موضوع کے تحت ہی آیا ہے۔

۵: قرآنیات: یہ نہایت ہی معرکۃ الآرا موضوع ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلامی حکومت کی حدود بہت پھیل چکی تھیں۔ اس عرصے میں مختلف علاقوں کے قراء کے درمیان قرات قرآن کے حوالے سے اختلافات پیدا ہوئے جو بہت شدت اختیار کر گئے جن کو ختم کرنے کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں قرآء کا ایک بورڈ تیار کیا اور قرآن کا جو نسخہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں تیار کیا گیا تھا اس پر دوبارہ کام کیا گیا اور اس پر نظر ثانی کرتے ہوئے اسے لغت قریش کے مطابق مرتب کر کے اس کی نقول تیار کی گئیں جو مختلف صوبوں میں بھجوادی گئیں۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا کارنامہ اور امت مسلمہ پر احسان عظیم ہے۔ اس موضوع پر چار تحقیقی مضامین شمارۂ ہذا کی زینت بنائے گئے ہیں۔ اس حصے کا آخری مضمون خود محبوب الرسول صاحب نے قلم بند کیا ہے۔

۶: شہادتِ عظمیٰ: آپ کی مظلومانہ شہادت تاریخ اسلام کا ایک دردناک سانحہ ہے۔ یہاں پر حضرت علامہ مولانا جلال الدین مجددی کا مضمون ''شہادت امیر المومنین حضرت عثمان غنی کا منظر نامہ'' ایک عمدہ تحقیقی کاوش ہے۔

۷: خصوصیات: اس حصے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نورانی سیرت و کردار اور فضائل و محامد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۸: متفرمات: اس عنوان کے تحت حضرت علامہ مفتی محمد حسن صاحب کا مضمون ''خلافت راشدہ کا ثبوت

قرآن وحدیث کی روشنی میں'' نہایت ہی معلومات افزا اور مفید ہے۔

۹: منظومات: اردو کے نامی گرامی شعراء کے کلام کا نمونہ سلسلہ مناقب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شامل کیا گیا ہے۔

۱۰: نوادرات: یہاں پر چند نوادرات کے عکس دیئے گئے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اپنے دست اقدس سے رقم کیے گئے مصحف کے صفحات کا عکس دیا گیا ہے۔ نیز بوقت شہادت آپ جس مصحف قرآنی کی تلاوت فرما رہے تھے اس کا عکس بھی دیا گیا ہے۔

''انوارِ رضا'' کا یہ خاص شمارہ عامۂ مسلمین کے لیے علم و آگاہی کا سرچشمہ اور مشعل راہ ہے جبکہ محققین کے لیے ایک بہترین تحقیقی و مستند دستاویز ہے۔ اللہ تعالی محبوب الرسول صاحب اور آپ کے تمام معاونین کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے اور جامع القرآن کے فیوض و برکات سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین

بقیہ: خصائص امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا کہ یا میں اپنی نصف امت کو جنت میں داخل کرالوں یا شفاعت کروں۔ میں نے شفاعت کو پسند کیا کیونکہ شفاعت کا فیضان عام ہے (اگر نصف امت کو جنت میں داخل کرنے پر میں قناعت کرتا تو باقی نصف امت کا کون پرسان حال ہوتا؟)۔

چنانچہ میں نے شفاعت کو پسند کیا تا کہ جب تک میری امت کا آخری فرد بھی جنت میں پہنچ نہ جائے اس وقت تک میں شفاعت کا حق استعمال کرتا رہوں۔ پھر فرمایا یہ شفاعت متقین کے لیے نہیں ہوگی بلکہ میری شفاعت گناہ گاروں اور خطا کاروں کے لیے ہوگی۔[۱]

(جاری ہے)

۱: سنن ابن ماجہ، بحوالہ ضیاء النبی، پیر محمد کرم شاہ الازہری، جلد پنجم، صفحہ ۲۲۵۔

برائے رابطہ

شاہ محمد غوث اکیڈمی

کوچہ آقا پیر جان، یکہ توت، پشاور شہر

0332-5553125

www.alameer.org

info@alameer.org

facebook.com/Alameer.org